﴿بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ﴾ ﴿......اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا﴾ (بنی اِسرائیل:۸۰)

هفت روزه

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد ۱۰ | جمعۃ المبارک ۳۱ رجنوری ۲۰۰۳ء | ۲۸رذوالقعدہ ۱۴۲۳ہجری قمری ۳۱رصلح ۱۳۸۲ہجری شمسی | شمارہ ۵

خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی تاکید

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:
معاذ خدا تعالیٰ کی قسم! مجھے تم سے محبت ہے میں تجھے تاکید کرتا ہوں کہ کسی نماز کے بعد یہ دعا چھوٹنے نہ پائے۔ اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیۡ عَلٰی ذِکۡرِکَ وَ شُکۡرِکَ وَحُسۡنِ عِبَادَتِکَ اے میرے اللہ! میری مدد فرما کہ تیرا ذکر کروں، تیرا شکر ادا کروں اور عمدگی سے تیری عبادت بجالاؤں۔

(ابو داؤد کتاب الصلوۃ۔باب فی الاستغفار)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

ارکان نماز دراصل روحانی نشست و برخاست کے اظلال ہیں۔
نماز میں لذّت اور سُرور بھی عبودیت اور ربوبیت کے ایک تعلق سے پیدا ہوتا ہے

”نماز نشست و برخاست کا نام نہیں۔ نماز کا مغز اور روح وہ دعا ہے جو ایک لذّت اور سرور اپنے اندر رکھتی ہے۔ ارکان نماز دراصل رُوحانی نشست و برخاست کے اظلال ہیں۔ انسان کو خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا پڑتا ہے اور قیام بھی آدابِ خدمتگاران میں سے ہے۔ رکوع جو دوسرا حصہ ہے بتلاتا ہے کہ گویا طیاری ہے کہ وہ تعمیل حکم کے لئے کس قدر گردن جھکاتا ہے۔ اور سجدہ کمال ادب اور کمال تذلّل اور نیستی کو جو عبادت کا مقصود ہے ظاہر کرتا ہے۔ یہ آداب اور طُرق ہیں جو خدائے تعالیٰ نے بطور یادداشت کے مقرر کر دیئے ہیں۔ اور جسم کو باطنی طریق سے حصہ دینے کی خاطر اُن کو مقرر کیا ہے۔ علاوہ ازیں باطنی طریق کے اثبات کی خاطر ایک ظاہری طریق بھی رکھ دیا ہے۔ اب اگر ظاہری طریق میں (جو اندرونی اور باطنی طریق کا ایک عکس ہے) صرف نقّال کی طرح نقلیں اُتاری جائیں اور اُسے ایک بارِگراں سمجھ کر اُتار پھینکنے کی کوشش کی جاوے تو تم ہی بتلاؤ اس میں کیا لذّت اور حظّ آسکتا ہے۔ اور جب تک لذّت اور سرور نہ آئے اُس کی حقیقت کیونکر متحقق ہوگی۔ اور یہ اس وقت ہوگا جبکہ روح بھی ہمہ نیستی اور تذلّل تام ہو کر آستانہ الوہیت پر گرے اور جو زبان بولتی ہے رُوح بھی بولے۔ اس وقت ایک سُرور اور نور اور تسکین حاصل ہو جاتی ہے۔

میں اس کو اور کھول کر کہنا چاہتا ہوں کہ انسان جس قدر مراتب طے کر کے انسان ہوتا ہے یعنی کہاں نطفہ بلکہ اس سے بھی پہلے نطفہ کے اجزاء یعنی مختلف قسم کی اغذیہ اور اُن کی ساخت اور بناوٹ اور پھر نطفہ کے بعد مختلف مدارج کے بعد بچہ پھر جوان، بوڑھا۔ غرض ان تمام عالموں میں جو اس پر مختلف اوقات میں گزرے ہیں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا معترف ہو اور وہ نقشہ ہر آن اس کے ذہن میں کھچا رہے تبھی وہ اس قابل ہو سکتا ہے کہ ربوبیت کے مقابل میں اپنی عبودیت کو ڈال دے۔

غرض مدّعا یہ ہے کہ نماز میں لذّت اور سرور بھی عبودیت اور ربوبیت کے ایک تعلق سے پیدا ہوتا ہے۔ جب تک اپنے آپ کو عدم محض یا مشابہ بالعدم قرار دے کر جو ربوبیت کا ذاتی تقاضا ہے نہ ڈال دے اس کا فیضان اور پرتَو اس پر نہیں پڑتا۔ اور اگر ایسا ہو تو پھر اعلیٰ درجہ کی لذّت حاصل ہوتی ہے جس سے بڑھ کر کوئی حظّ نہیں ہے۔ اس مقام پر انسان کی رُوح جب ہمہ نیستی ہو جاتی ہے تو وہ خدا کی طرف ایک چشمہ کی طرح بہتی ہے اور ماسوی اللہ سے اُسے انقطاع ہو جاتا ہے۔ اس وقت خدائے تعالیٰ کی محبت اس پر گرتی ہے۔ اس اتّصال کے وقت ان دو جوشوں سے جو اوپر کی طرف سے ربوبیت کا جوش اور نیچے کی طرف سے عبودیت کا جوش ہوتا ہے ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اس کا نام صلوٰۃ ہے جو سیئات کو بھسم کر جاتی اور اپنی جگہ ایک نور اور چمک چھوڑ دیتی ہے جو سالک کو راستے کے خطرات اور مشکلات کے وقت ایک منور شمع کا کام دیتی ہے اور ہر قسم کے خس و خاشاک اور ٹھوکر کے پتھروں اور خار و خس سے جو اس کی راہ میں ہوتے ہیں آگاہ کر کے بچاتی ہے اور یہی وہ حالت ہے جبکہ ﴿اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡکَرِ﴾ (العنکبوت:۴۶) کا اطلاق اس پر ہوتا ہے کیونکہ اُس کے ہاتھ میں، نہیں نہیں اُس کے شمعدان دل میں ایک روشن چراغ رکھا ہوا ہوتا ہے اور یہ درجہ کامل تذلّل، کامل نیستی اور فروتنی اور پُوری اطاعت سے حاصل ہوتا ہے۔ پھر گناہ کا خیال اُسے آ کیونکر سکتا ہے اور انکار اس میں پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ فحشاء کی طرف اس کی نظر اُٹھ ہی نہیں سکتی۔ غرض اسے ایسی لذّت ایسا سرور حاصل ہوتا ہے کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اُسے کیونکر بیان کروں“۔

(ملفوظات جلد نہم صفحہ ۸ تا ۱۰ مطبوعہ لندن)

رحم کیا کرو۔ رحم کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ بھی رحم کرتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرح بے حد شفقت کرنے والے اور غریبوں سے رحم کا سلوک کرنے والے تھے۔

(اللہ تعالیٰ کی صفت رء وف و رحیم کے حوالہ سے آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شفقت و رحمت کے متعدد پاکیزہ نمونوں اور تعلیمات کا روح پرور تذکرہ)

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۔ ۲۴رجنوری ۲۰۰۳ء)

(لندن ۲۴رجنوری): سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مسجد فضل لندن میں ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور ایدہ اللہ نے سورۃ التوبہ کی آیت ۱۱۷ کی تلاوت کی اور اس کے ترجمہ کے بعد گزشتہ خطبات میں جاری اللہ تعالیٰ کی صفت رافت اور رحمت کے مضمون کو مزید آگے بڑھایا۔ سب سے پہلے حضور ایدہ اللہ نے اس آیت کریمہ میں مذکور ’ساعة العسرة‘ کی تشریح میں بتایا کہ اس سے مراد جنگ تبوک ہے۔ روایات میں ہے کہ جنگ تبوک میں سخت گرمی اور پیاس کی شدّت کی وجہ سے صحابہ سخت تکلیف میں تھے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی آپ نے دعا کروائی اور دعا جاری رکھی یہانتک کہ بادل آئے اور برسنے لگے۔ اسی طرح غزوۂ تبوک میں تنگی و تکلیف کا یہ حال تھا کہ بھوک کی شدّت کے باعث صحابہ نے اجازت چاہی کہ کیا ہم اپنے اونٹ ذبح

کرلیں۔اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ ہم نے اونٹوں پر سواری کرنی ہے، اونٹ تھوڑے ہیں اس لئے ذبح کرنا مناسب نہیں۔آنحضرت ﷺ نے اس مشورہ کو مان لیا اور فرمایا جس کے پاس کھانے کی چیزوں میں سے جو کچھ بچا ہوا ہے وہ میرے پاس لے آئے۔چنانچہ حضور نے ان سب چیزوں کو جو صحابہ لائے ایک برتن میں ڈالا اور پھر دعا کی اور اس کے بعد سب نے سیر ہو کر اس سے کھایا اور پھر بھی کھانا بچ رہا۔حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ یہ آنحضرت ﷺ کا اقتداری معجزہ تھا۔

حضور ایدہ اللہ نے آنحضرت ﷺ کی بہت سی احادیث بیان فرمائیں جن میں آپ نے مسلمانوں کو رأفت و رحمت کی تعلیم دی ہے۔آپؐ نے فرمایا: رحم کیا کرو۔رحم کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ بھی رحم کرتا ہے۔جو کوئی اپنے بھائی کی حاجت روائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرتا ہے۔جس نے کسی مسلمان کی دنیوی بے چینی کو دور کیا اللہ قیامت کے دن اس کی تکلیفوں کو دور کردے گا۔اسی طرح آپؐ کا ارشاد ہے کہ ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے۔اپنے بھائی کا مال ضائع کرنے سے بچو اور اس کی غیر حاضری میں اس کے مال کی حفاظت کرو۔اسی طرح آپؐ نے فرمایا کہ معمولی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھو۔اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے کام لو۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا: کہ آنحضرت ﷺ اپنے خادموں اور نوکروں کے لئے بے حد رءوف و رحیم تھے۔آپ نے خاص طور پر کمزوروں پر رحم کرنے، ماں باپ سے محبت کرنے اور خادموں اور نوکروں سے اچھا سلوک کرنے کی تعلیم دی۔آپؐ نے فرمایا کہ اگر کسی کا خادم اس کے پاس کھانا لے کر آئے اگر وہ اسے ساتھ بٹھا کر نہ کھلا سکے تو کم از کم کچھ لقمے اسے کھانے کے لئے مہیا کرے۔

حضور ایدہ اللہ نے حضرت زید بن حارثہ کا واقعہ بھی بتایا کہ جب ان کے چچا انہیں واپس لینے کے لئے آئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس سے پوچھ لو۔تو حضرت زید نے جو آپ کے غلام تھے کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے زیادہ ہمدرد اور محبت کرنے والا کسی کو نہیں پایا اس لئے میں تو آپؐ کا غلام بن کر رہوں گا۔چچا نے کہا کہ تیرا برا ہو تو آزادی پر غلامی کو ترجیح دیتا ہے۔تو انہوں نے جواب دیا کہ میں جس شخص کی غلامی کو ترجیح دیتا ہوں اس پر ہزار آزادیاں قربان۔اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ آج سے زیدؓ میرا بیٹا ہے۔یہاں تک کہ انہیں زید بن محمدؐ کہا جانے لگا۔حتّٰی کہ سورۃ الاحزاب کی آیات نازل ہوئیں جن میں بتایا گیا ہے کہ آپ کا کوئی جسمانی بیٹا نہیں ہے۔حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ اپنے غلام زادہ حضرت اسامہؓ اور اپنے نواسے حضرت امام حسینؓ کو ساتھ لے کر دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔

حضور ایدہ اللہ نے زاھر نامی ایک بدوی کا واقعہ بتایا جس کے ساتھ آنحضرتؐ نے بہت ہی شفقت کا سلوک فرمایا اور فرمایا ہم اس کے بہترین دوست ہیں۔ایک موقع پر ایک صحابیہ حضور ﷺ کے لئے اپنے ہاتھ سے ایک خوبصورت چادر بُن کر لائیں۔حضور اکرمؐ نے وہ چادر زیب تن فرمائی۔ایک صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ یہ مجھے دے دیجئے تو آپ نے وہ اسے عطا فرما دی۔ایک دفعہ حضور کہیں جا رہے تھے رستہ میں ایک تازہ قبر دیکھی آپؐ نے دریافت فرمایا یہ کس کی قبر ہے۔عرض کی گئی کہ یہ فلاں عورت کی قبر ہے جو فلاں لوگوں کی خادمہ تھی۔حضور اکرمؐ اسے پہچان گئے۔فرمایا مجھے کیوں نہیں بتایا۔عرض کی گئی آپ اس وقت قیلولہ فرما رہے تھے اس لئے جگانا مناسب نہیں سمجھا۔حضورؐ اس کی قبر پر گئے۔اور اس کے لئے دعا کی۔ایک شخص نے جلد بازی میں اپنے غلام کو تھپڑ مارا۔حضور اکرمؐ نے فرمایا اس غلام کو آزاد کردو۔اسی طرح ایک دفعہ حضرت ابو مسعودؓ اپنے غلام کو مار رہے تھے۔حضور اکرمؐ نے انہیں بلایا۔انہوں نے آپؐ کی آواز سن کر فرمایا یا رسول اللہ میں اسے آزاد کرتا ہوں۔فرمایا اگر اسے آزاد نہ کرتا تو آگ تجھے جھلس دیتی۔اسی طرح آپؐ نے ہدایت فرمائی کہ خادموں سے ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ لو۔اگر مشکل کام ان کے سپرد کرو تو اس میں ان کا ہاتھ بھی بٹاؤ۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ مزدوروں پر بے حد مہربان تھے۔آپؐ نے فرمایا کہ مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔اسی طرح آپؐ نے ایک دفعہ فرمایا کہ اس شخص پر خدا کا غضب نازل ہوگا جس نے کسی کو مزدوری پر رکھا اور پھر اس کی مزدوری نہ دی۔

حضور ایدہ اللہ نے خطبہ کے آخری حصہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی حیات طیبہ سے خادموں سے شفقت و رحمت کے کئی ایک واقعات بتائے۔آپ ان کی مہمان نوازی، خاطر تواضع خود کرتے۔کسی غریب کی بیماری کی خبر ملتی تو اس کے پاس خود تشریف لے جاتے۔غریبوں کے لئے ادویات منگوا کر رکھتے اور خود اپنے ہاتھ سے انہیں ادویات دیتے۔آپ بچوں سے بھی بہت شفیق تھے۔فقیروں اور مانگنے والوں کے لئے بھی بہت ہمدردی اور رحم کا جذبہ رکھتے اور انہیں کبھی خالی ہاتھ نہ لوٹاتے تھے۔

حضور علیہ السلام کی سیرت کے کئی واقعات بیان کرتے ہوئے حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ مسیح موعودؑ بھی اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرح بے حد شفقت کرنے والے اور غریبوں سے رحم کا سلوک کرنے والے تھے۔

اے پیارے تجھ کو دیکھ کے ہی میں آنکھیں نور سے بھرتا ہوں
میں دید پہ تیری جیتا ہوں، اور تیری دید پہ مرتا ہوں

تری پیاری پیاری باتوں سے، ترے میٹھے میٹھے بولوں سے
کچھ پیاس بجھاتا ہوں من کی، کچھ پیاس میں بڑھتا جاتا ہوں

مرے خوابوں اور تعبیروں میں، مری یاد کی سب تصویروں میں
اک نام ترا ہی آتا ہے، اُس نام کی مالا جپتا ہوں

مرے شعروں پہ، مرے گیتوں پہ، ترے حسن کی چھاپ جو آتی ہے
اک نشہ لفظ میں آتا ہے، اور موجِ سخن میں رہتا ہوں

اے کاش ستارے چُن سکتا، میں تیرے پیار کے گیتوں میں
دل تشنہ تشنہ رہتا ہے، اُن لفظوں پہ جو کہتا ہوں

یہ ہجر کی آتش چیز ہے کیا، اک ہجر زدہ ہی جانے ہے
میں اتنا کندن بنتا ہوں، اِس آگ میں جتنا جلتا ہوں

ہے ایک ہی خواہش اب میری، تو جلدی لَوٹ کے آجائے
ترے آنے کے دن گنتا ہوں، تری راہ میں بیٹھا رہتا ہوں

(ضیاء اللہ مبشر)

ایک نہایت مبارک تحریک

صاحب استطاعت احمدیوں کو افریقہ کے ان ممالک کا دورہ کرنا چاہئے جہاں خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ احمدیت پھیل چکی ہے۔اس سے مقامی لوگوں کو حوصلہ ہوگا اور ان کا ایمان بڑھے گا۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایم ٹی اے انٹرنیشنل پر ملاقات کے جو پروگرام منعقد ہوتے ہیں ان میں ۱۳؍جنوری ۲۰۰۳ء کو فرنچ بولنے والے احباب کے ساتھ ملاقات کے دوران ایک سوال یہ پیش کیا گیا کہ

افریقہ کے متعدد ملکوں میں احمدیت خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک زندہ طاقت نظر آتی ہے تو کیا دوسرے ممالک کے احمدیوں کو وقتاً فوقتاً encourage کرنا چاہئے کہ وہ بھی کبھی کبھی وہاں جا کر ان سے ملیں تاکہ ان کے لئے ازدیادِ ایمان کا موجب ہو۔

اس کے جواب میں حضور ایدہ اللہ نے فرمایا: ''ضرور کرنا چاہئے بلکہ میں کہتا ہوں کہ جو لوگ باہر کے احمدی ہیں پاکستان کے ہوں یا انگلستان کے ہوں ان کو چاہئے افریقہ کا دورہ کریں اور ان کے نیک اثر سے وہاں کے مقامی لوگوں کو بھی بہت حوصلہ ہوگا اور اُن کا ایمان بڑھے گا۔اور اِن کا بھی ایمان بڑھے گا جب اُن کو دیکھ کر آئیں گے۔حیران ہوں گے دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام کہاں کہاں پہنچا اور کس شان کے ساتھ لوگ اس پر عمل کر رہے ہیں۔تو یہ آپ نے اچھا خیال بیان کیا ہے۔

اور میرا پیغام جن تک پہنچے وہ نوٹ کرلیں۔اس مجلس کے ذریعہ بھی لوگ سنیں گے تو ان کو پتہ چل جائے گا کہ کثرت کے ساتھ لوگوں کو افریقہ کے ان ممالک کا دورہ کرنا چاہئے جہاں خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ احمدیت پھیل چکی ہے۔(۱۳؍جنوری ۲۰۰۳ء۔فرنچ ملاقات)

اسلام کی ترقی میں مساجد کا کردار

(ڈاکٹر افتخار احمد ایاز۔لندن)

(دوسری و آخری قسط)

مساجد کے ذریعے درس و تدریس اور علمی ترقی

مسجد نبوی کے ساتھ ملحق چبوترے میں اصحاب صفہ کے لئے پہلی اسلامی درسگاہ جاری ہوئی تھی جہاں قرآن وحدیث کی تعلیم دی جاتی تھی اور لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا تھا۔ اور اس کی اتنی اہمیت تھی کہ بدر کے قیدیوں پر جولکھنا پڑھنا جانتے تھے آزادی کے لئے یہ شرط عائد کی گئی تھی کہ وہ دس افراد کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ اس طرح کئی صحابہؓ نے ان سے لکھنا پڑھنا سیکھا تھا۔ مسجد نبوی میں خطبہ جمعہ کے علاوہ حضور ﷺ کی علمی و دینی مجالس سے نہ صرف مرد حضرات ہی مستفیض ہوتے تھے بلکہ خواتین نے خودخواہش کر کے ایک دن مقرر کروایا تھا۔ اس نشست میں وعظ ونصیحت کے علاوہ علمی و دینی سوالات کا شغل بھی جاری رہتا تھا اور یہ سب مسجد نبوی کا فیض تھا۔ یہ طریق گزشتہ چودہ سوسال سے تمام مسلمان ممالک میں رائج ہے۔ مساجد کے ساتھ ایسے مدارس کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے جن میں حفظ قرآن، ترجمہ قرآن، تفسیر وحدیث، فقہ اور علوم عربیہ کی تعلیم وتدریس کا بھی انتظام ہوتا ہے۔ مساجد کے ساتھ باضابطہ درس وتدریس کا انتظام حضرت عمر فاروقؓ نے مفتوحہ ممالک میں جاری فرمایا اور معلمین اور قرّاء کی باقاعدہ تنخواہیں مقرر کیں۔ نیز خانہ بدوشوں کے لئے قرآن کریم کی تعلیم لازمی کردی تاکہ لوگ صحتِ تلفظ کے ساتھ قرآن شریف پڑھ سکیں۔ ملک شام میں تعلیم قرآن کے لئے حضرت عبادہ بن صامتؓ مقرر ہوئے، فلسطین میں حضرت معاذ بن جبلؓ، دمشق میں حضرت ابو الدرداءؓ کا تقرر ہوا۔ اموی دور میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا اور اعلیٰ تعلیم کے لئے ملک کی بڑی بڑی مساجد، مدارس اور جامعات کا کام دیتی تھیں۔

اس دور کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مساجد میں تعلیم کے لئے درس کے مستقل حلقے قائم ہوئے۔ مکہّ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا حلقہ درس بہت وسیع تھا۔ جس میں قرآن و حدیث، فقہ، علم درایت اور عربی زبان کی تعلیم ہوتی تھی۔ مدینہ منورہ میں حضرت ربیعہؒ کا ایک درس مشہور تھا۔ امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ اس درس کے فارغ التحصیل تھے۔ کوفے میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ اور امام شعبیؒ کے حلقہ ہائے درس قائم تھے تو بصرہ میں حضرت حسن بصریؒ کا درس امتیازی حیثیت رکھتا تھا۔

عباسی دور حکومت میں مساجد کے ساتھ ملحق تعلیمی درس گاہوں میں اور ترقی ہوئی۔ مدینہ کے علاوہ کوفہ، بصرہ اور فُسطاط اس دور کے مشہور علمی مراکز تھے۔ کوفے میں حضرت امام ابوحنیفہ کی درسگاہ بہت مشہور تھی۔ جس میں افغانستان سے لے کر شام تک کے طلباء شریک ہوتے تھے۔ مدینہ منورہ میں حضرت امام مالک کے درس میں بخارا وسمرقند سے لے کر قرطبہ تک کے طلبہ آتے تھے۔ خلیفہ مامون کے زمانہ میں بغداد دنیائے اسلام کے علماء وفضلاء کا مرکز بن گیا تھا۔ اس دور میں مرکزی شہروں کے علاوہ دور دراز علاقوں میں بھی درس و تدریس کا چرچا تھا۔ ابن حوقل نے چوتھی صدی ہجری میں سجستان میں بہت سی ایسی مساجد دیکھیں جن میں ابتدائی تعلیم سے لے کر اعلیٰ تعلیم تک کا انتظام تھا۔ اسی طرح المقدّس نے بھی چوتھی صدی میں فلسطین، شام، مصر اور ایران میں ایسی بے شمار مساجد دیکھنے کا ذکر کیا ہے جن کے ساتھ علمی مدارس منسلک تھے۔ اصفہان، نیشاپور، حمدان، سمرقند اور بخارا اس زمانہ کے مشہور علمی مراکز تھے جہاں سے بے شمار فقہاء، محدثین اور ادباء پیدا ہوئے۔

چوتھی صدی ہجری میں عباسی خلیفہ حکم نے قرطبہ میں ۲۷ مدرسے قائم کئے، تین جامع مسجد کے قریب اور باقی شہر کے مختلف حصوں میں تھے۔ پانچویں صدی ہجری میں مسلمان حکمرانوں نے مساجد کے ساتھ مدارس کی تعمیر کا کام شروع کروایا جس کا آغاز سلجوقی حاکم نظام الملک طوسی نے کیا اور مدرسہ نظامیہ کی بنیاد ڈالی۔ اس سے قبل مدارس کے لئے الگ عمارتوں کا انتظام نہیں ہوتا تھا۔ اس مدرسہ کا فیض تین سوسال تک جاری رہا۔ شیخ سعدی شیرازی اس کے آخری زمانہ کے طالب علم تھے۔

نظام الملک نے اپنی حکومت کے دیگر بڑے بڑے شہروں میں نظامیہ ہی کے نام سے اور بڑے بڑے مدرسے قائم کروائے۔ چھٹی صدی ہجری میں مشہور مسلمان بادشاہ نورالدین محمد زنگی نے اسلامی دنیا میں پہلا دارالحدیث قائم کروایا۔ یہ مدرسہ آج بھی جامع مسجد کی شکل میں موجود ہے۔ اسی زمانہ میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے مصر میں مدرسہ ناصریہ کی بنیاد ڈالی اور علمی مدارس کا سلسلہ شروع کیا۔

مساجد کے اندر قائم مکتب یا ان سے منسلک مدارس میں اسلامی دنیا کے بڑے نامور علماء وصوفیاء نے تربیت پائی جن کو بعد میں عظیم الشان خدمات کی توفیق نصیب ہوئی۔ دنیا جانتی ہے کہ انہی میں سے علم ریاضی، طب، علم ہیئت، جغرافیہ اور تاریخ کا علم رکھنے والے ماہرین پیدا ہوئے جنہوں نے پوری دنیا کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

ہندوستان میں موجود علمی و دینی درسگاہوں کا آغاز بھی دراصل مسجد ہی سے ہوا تھا۔ چنانچہ تیرھویں صدی میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانیٔ دیوبند نے دارالعلوم دیوبند قائم کیا تو اس کا آغاز بھی ایک مسجد سے ہی ہوا تھا۔

الغرض مسلمانوں کی جس قدر علمی ترقی آج دنیا میں نظر آتی ہے اس کی تمام تر بنیاد نظام مسجد پر ہے۔ کوثر علم کا وہ چشمہ جو آج سے چودہ سوسال قبل مسجد نبوی سے پھوٹا تھا اس کا فیض آج بھی جاری وساری ہے۔ یہ اسی کا فیض وکمال تھا کہ عرب کے بادیہ نشین نہ صرف خودنورعلم سے منور ہوئے بلکہ انہوں نے یورپ کے تاریک گوشوں میں علم کی نورانی شمعیں روشن کیں۔ مسجد نبوی سے پھوٹنے والے اس نورعلم کی ضیا پاشی ایک طرف یورپ کے شہر قرطبہ کی مساجد کے ذریعہ سے ہوئی تو دوسری طرف دمشق، بخارا اور اصفہان میں علم کی شمعیں روشن ہوئیں اور مساجد نے مسلمانوں کی علمی ترقی میں زبردست کردار ادا کیا۔

وحدت و یگانگت اور نظام مسجد

اسلام وہ جامع اور مکمل آخری مذہب ہے جو دنیا میں توحید کامل کی تعلیم پھیلانے کے لئے آیا جس نے تمام بنی نوع انسان اور تمام مذاہب کے لوگوں کو مخاطب کر کے اپنا پیغام اخوت و وحدت ان کو پہنچایا۔ اسلام نے صرف توحید باری اور وحدت انسانی کا درس ہی عام نہیں کیا بلکہ اپنی تعلیم واحکام میں یکجہتی اور اتحاد کے عملی مظاہرے قائم کئے جس کا بہترین اظہار پانچ وقت کی نمازوں میں مساجد میں ہوتا ہے۔ گویا نظام مسجد اسلامی وحدت کے اظہار کا ایک بہترین ذریعہ ہے جہاں پانچ وقت امیر وغریب، شاہ وگدا ایک ہی صف میں کھڑے ہوکر خدا تعالیٰ کی عبادت بجالاتے اور یہ کیفیت بڑی شان سے ظاہر ہوتی ہے ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود وایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

اس وحدت کا اس حد تک خیال رکھا گیا ہے کہ نماز کے لئے صف بندی کا حکم ہے۔ صفیں سیدھی رکھنے اور کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہونے کا حکم ہے۔ یہ باتیں اپنی ذات میں خود اتحاد کا آئینہ ہیں۔ اسلامی باجماعت نماز میں وحدت اور جمعیت کے یہ نظارے دیکھ کر بڑے بڑے دشمنوں کے پتے پانی ہوتے تھے۔

جنگ یرموک سے پہلے مسلمانوں اور رومی فوجوں کے درمیان صلح کے لئے باہمی سفارتوں کا تبادلہ ہوا تو جارج نامی رومی قاصد نے آکر اسلامی لشکر میں مسلمانوں کو باجماعت نماز ادا کرتے دیکھا۔ وہ مسلمانوں کی اپنے امام کی اطاعت اور ان کی وحدت اور یکجہتی سے اتنا متاثر ہوا کہ اسلام اس کے دل میں گھر کر گیا۔

پس نظام مسجد اطاعت، مساوات اور اتحاد کا ایک نشان ہے جس میں وہ دن میں پانچ وقت ایک امام کی اللہ اکبر کی ندا پر کبھی جھک جاتے اور کبھی سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔

مساجد توحید باری کے اعلان اور اظہار کا بھی ذریعہ ہوتی ہیں۔ چنانچہ پانچ وقت ان مساجد سے اذان کی آواز گونجتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور اس کی عظمت اور اس کی توحید اور آنحضرت ﷺ کی رسالت کی گواہی پر مشتمل ہے۔ یہ پنجوقتہ اعلان اپنی ذات میں ایک غیر معمولی جاذبیت اور تاثیر اپنے اندر رکھتا ہے۔

نظام مسجد کے ذریعے جس طرح محلّہ کے لوگ پانچ وقت میں محلّہ کی مسجد میں جمع ہوکر اپنی وحدت و یگانگت کا اظہار کرتے ہیں اس سے بڑی سطح پر شہر بھر کے لوگ جمعہ کے دن جامع مسجد میں جمع ہوکر نماز اکٹھے ادا کرتے ہیں اور یوں ایک بستی یا شہر کی سطح پر مسلمانوں کی اجتماعیت اور مساوات کا اظہار ہوتا ہے۔ اس موقع پر وعظ ونصیحت پر مشتمل امام کا خطبہ مومنوں کی ترقی میں بہترین کردار ادا کرتا ہے۔

ہفتے بعد منعقد ہونے والے اس اجتماع میں ہر مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو عبرت وبصیرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ امیروں کو اپنے غریب اور کمزور بھائیوں کی بہتری کی طرف توجہ ہوتی ہے اور علماء کرام ان کی دینی وعلمی تربیت کی فکر کرتے ہیں۔ غریبوں میں محنت کی امنگ پیدا ہوتی ہے تو فقیروں کی خودداری میں جوش آتا ہے۔ اَن پڑھ اور جاہل لوگوں کے دلوں میں شوق علم کروٹ لیتا ہے اور بے عملوں میں جذبہ عمل ابھرتا ہے۔ الغرض جمعہ کا دن ایسی یک جہتی کا دن ہے کہ ''فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْع'' کے مطابق مسلمان جمعہ کی اذان سن کر خرید وفروخت چھوڑ کر مسجد کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔

نمازوں اور مساجد کے ذریعہ مسلمانوں کی روزمرہ اور ہفتہ وار اس تنظیم کے بعد سال میں دو عیدوں کے ذریعے سالانہ انسانی تنظیم کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ عیدالفطر ہو یا عیدالاضحیٰ فرزندان توحید کے دل جہاں مسرت سے لبریز ہوتے ہیں اور عمدہ اور صاف ستھرے لباس کے ذریعہ جوان، بچے اور بوڑھے اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرتے ہوئے شہر کی بڑی مسجد کی طرف رواں دواں ہیں۔ عیدالفطر میں غریبوں کو صدقہ فطر کے ذریعے اپنی خوشی میں شریک کیا جاتا ہے تو عیدالاضحیٰ کے موقع پر محتاجوں کے گھروں پر گوشت پہنچا کر حقیقی خوشی حاصل کی جاتی ہے۔

شہروں کی سطح پر اس سالانہ تنظیم کے بعد اسلام نے عالم اسلام کو یکجا کرنے کے لئے بیت اللہ کا حج کرنے کا حکم دیا ہے جہاں ساری دنیا کے مسلمان عالمگیر نظام مسجد کے اس نشان بیت اللہ کے گرد طواف کر کے اپنی منتیں اور نذریں پوری کرتے اور توبہ اور قربانی پیش کرتے ہیں۔ ہر حاجی نے ایک جیسا لباس زیب تن کیا ہوا ہے۔ دو سفید چادروں میں ملبوس حاجیوں کے یہ رنگارنگ قافلے جو ''لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ'' کے نغمے الاپ رہے ہیں وحدت کا کیسا حسین منظر پیش کرتے ہیں۔

اس عالمی اجتماع میں تمام دنیا کے نمائندے شریک ہیں۔ کیا کالے اور کیا گورے، کیا سرخ اور کیا سفید۔ وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے افتاں وخیزاں یہاں چلے آئے ہیں۔ دنیا کا کوئی نظام اس نظام مساجد کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا جو محلّہ کے لوگوں کو محلّہ کی سطح سے لے کر عالمی سطح تک متحد کرتا چلا جاتا ہے۔

اسلامی وحدت کے یہ وہ مظاہر ہیں جن کی پیروی کے نتیجہ میں بین الاقوامی امن قائم ہوسکتا ہے۔

نظام مسجد کی اس عملی تربیت کے ساتھ مسلمانان عالم کی وحدت کے لئے یہ اصول بھی تعلیم کیا گیا ہے کہ اگر دو مسلمان گروہ یا ممالک آپس میں برسر پیکار ہوں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اُن کے درمیان مصالحت کروادیں۔ اور اگر کوئی ایک ملک زیادتی پر کمربستہ ہو تو دیگر تمام اسلامی ممالک مل کر اس کا مقابلہ کریں یہاں تک کہ وہ عدل وانصاف کا فیصلہ قبول کریں۔

آنحضرت ﷺ نے اسی عادلانہ نظام مسجد کی تعلیم دیتے ہوئے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا۔ اے لوگو! سنو کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر اور سفید کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، سوائے تقویٰ کی فضیلت کے۔ اور سنو! تم میں سے معزز وہ ہے جو تقویٰ میں سب سے بڑھ کر ہے۔

اسلامی مساجد کے ذریعہ مساوات اور مذہبی رواداری کی تعلیم بھی عام کی گئی۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے ہمیشہ اس ارشاد قرآنی کو سمجھا اور اس پر عمل کیا کہ مساجد خدا کے گھر ہیں۔ ان میں خدا کے سوا

کسی کو مت پکارو۔ گویا خدائے واحد کی پرستش اور عبادت کے لئے تمام بندگان خدا کے لئے بلاامتیاز مذہب وملّت اسلامی مساجد کے دروازے کھلے ہیں۔

ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا مسجد نبوی میں نجران کے عیسائیوں کو اپنی عبادت کرنے کی اجازت دینا مذہبی رواداری کی حسین ترین مثال ہے۔ اسی طرح طائف کے مشرکوں کو بطور مہمان مسجد نبوی میں ٹھہرانا اور بعض اصحاب کے اس سوال پر کہ مشرک نجس ہیں نبی کریمؐ کا یہ فیصلہ کہ یہ روحانی گندگی ہے، ظاہر سے اس کا کوئی تعلق نہیں اس لئے ان مشرکین کو مسجد میں مہمان ٹھہرانے میں حرج نہیں، حسنِ خلق کا ایک اور خوبصورت نمونہ ہے۔

مساجد اور اشاعت اسلام

علمی ترقی کے علاوہ اسلام کی اشاعت وتبلیغ میں بھی مساجد نے ایک اہم کردار ادا کیا۔ یہاں تک کہ مسلمان اہل مسجد کے نام سے معروف ہوگئے ۔ ہندوستان میں بھی اسلام کی اشاعت صوفیاء اور اولیاء کے ذریعے ہوئے اور جس بزرگ صوفی نے جہاں آ کر ڈیرہ لگایا وہاں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی جو بعد میں اسلامی پیغام کے پھیلاؤ اور تبلیغ کا ذریعہ بنی۔

حضرت داتا گنج بخش ہجویریؒ نے جب لاہور میں آ کر ڈیرے لگائے تو داتا دربار کے مقام پر سب سے پہلے اپنے ذاتی خرچ سے ایک مسجد تعمیر کروائی اور یوں یہ مسجد بعد میں یہاں داتا گنج بخش کے پیغام کی اشاعت کا موجب بنی۔

الغرض مساجد کی تعمیر کا اسلام کی اشاعت وتبلیغ سے ایک مستقل تعلق رہا ہے۔ بالخصوص نئے ممالک اور علاقوں میں اسلام کے نفوذ کے لئے مساجد بہترین مرکز ثابت ہوئیں ۔ چنانچہ پروفیسر آرنلڈ نے اپنی کتاب Preaching of Islam میں ذکر کیا ہے کہ بعض علاقوں میں بطور خاص مساجد اسلام کی اشاعت کا ذریعہ بنیں ۔ چنانچہ انہوں نے ہندوستان میں بارہویں صدی عیسوی میں مالابار میں آنے والے مبلغ مالک بن حبیب کا ذکر کیا ہے جن کا ارادہ تمام مالابار میں مساجد تعمیر کرنے کا تھا۔ چنانچہ وہ ایک جگہ مسجد تعمیر کر کے آگے روانہ ہوتے رہے اور یوں آٹھ ایسی مساجد تعمیر کیں ۔ بعدازاں وہ دوبارہ ان تمام مقامات پر گئے ۔ ان مساجد میں نماز ادا کی اور خدا کا شکر ادا کیا کہ انہیں کافروں کی بستی میں اسلام پھیلانے کی توفیق ملی۔ (دعوت اسلام ،اردو،صفحہ ۲۶۴)

اسی طرح سندھ میں اشاعت اسلام کے ذکر میں بھی تعمیر مسجد کا ذکر ملتا ہے ۔ چنانچہ پروفیسر آرنلڈ لکھتے ہیں:

”دسویں صدی اور بارھویں صدی عیسوی کے عربی جغرافیہ نگاروں اصطخری اور ابن حوقل وغیرہ نے ساحل ہند اور اندرون ملک کے بہت سے ایسے شہروں کے نام لکھے ہیں جہاں مسلمانوں نے اپنی مسجدیں بنا رکھی تھیں۔ (دعوت اسلام ،اردو،صفحہ ۲۷۲)

مسلمانوں کی ترقی اور ان کا عروج اس وقت تک مساجد کے ذریعہ ہوتا رہا جب تک ان میں ظاہری طہارت کے ساتھ باطنی پاکیزگی اور تقویٰ کی صفات موجود رہیں ۔ جونہی ان کے قول اور عمل میں تضاد پیدا ہوا اور عوام تو کیا منبر ومحراب کے وارث علماء دین میں بھی رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق بگاڑ پیدا ہونا شروع ہوا اور مسلمانوں کے تنزل کا آغاز ہوا تو پھر انہی مساجد کو علماء سوء نے فتنہ کا ذریعہ اور آماجگاہ بنالیا۔

ایسے ہی زمانہ میں پیشگوئیوں کے مطابق ایک عظیم مصلح، مسیح موعود اور امام مہدی کے ظہور کی پیشگوئی کی گئی تھی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس دور میں اسلام کی نشأة ثانیہ کی بناء ڈالی۔ اگرچہ اس وقت قادیان میں مسجد اقصیٰ موجود تھی مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھاری بشارتوں کے ساتھ ۸۳۔۱۸۸۲ء میں مسجد مبارک قادیان تعمیر فرمائی۔ جس کے بارہ میں یہ الہام ہے ”مُبَارِکٌ وَ مُبَارَکٌ وَکُلُّ اَمْرٍ مُبَارَکٍ یُجْعَلُ فِیْهِ “ یہ برکت دینے والی مسجد ہے اور اس کو برکت دی گئی ہے۔ اور ہر وہ امر جو اس میں طے ہوگا اس میں برکت رکھ دی جائے گی۔ اس مسجد مبارک سے ملحق بیت الفکر اور بیت الذکر بھی ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس زمانہ کے عظیم الشان قلمی جہاد کی تابناک تاریخ وابستہ ہے تو دوسری طرف بیت الدعا سے گریہ وزاری اور دعا کو انتہا تک پہنچانے اور شرف قبولیت پانے کے معجز نما نشانات ہیں جو دراصل اس زمانہ میں غلبہ اسلام کی بنیاد ہے۔

خالص تقویٰ کی بنیاد پر الہامی بشارات کی روشنی میں قائم کی جانے والی یہ مسجد ہے جس کے ذریعہ حضرت مسیح ومہدی علیہ السلام کے دور کی بابرکت مساجد کا آغاز ہوتا ہے۔

جہاں تک بیرون ہند مساجد کا تعلق ہے۔ امریکہ کے پہلے مبلغ حضرت مولانا مفتی محمد صادق صاحبؓ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے امریکہ میں اپنے قیام ۱۹۲۰ء سے ۱۹۲۳ء کے دوران وہاں ایک نئی مسجد قائم فرمائی۔ اس کے بعد ۱۹۲۶ء میں انگلستان کو یہ سعادت نصیب ہوئی اور مولانا عبدالرحیم صاحب درد کے ذریعے مسجد فضل لندن کی تعمیر مکمل ہوئی۔ اس مسجد کی تعمیر کے ذریعے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس کشف کے پورا ہونے کی داغ بیل ڈالی گئی جس میں آپ نے دیکھا تھا کہ آپ شہر لندن کے ایک منبر پر انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے اسلام کی صداقت ظاہر فرما رہے ہیں اور اس کے بعد آپ نے بہت سے سفید پرندے بھی پکڑے۔ یہ کشف جس شان کے ساتھ خلافت رابعہ کے دور میں پورا ہو رہا ہے اس کے بیان کی حاجت نہیں۔ مسجد فضل لندن کے بعد کیا یورپ اور کیا افریقہ ہر طرف تعمیر مساجد کا ایک وسیع سلسلہ جماعت کی طرف سے شروع ہوا۔ اور اب تک مختلف ممالک میں جماعت احمدیہ اپنی پہلی صدی میں چھ ہزار پانچ سو پینتالیس مساجد تعمیر کر چکی ہے۔ اور یہ سلسلہ بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

یورپ کی مساجد کے ذکر میں قرطبہ سپین میں اسلامی حکومت کے خاتمہ کے ساڑھے سات سو سال بعد تعمیر ہونے والی مسجد بشارت کا ذکر کرنا مناسب ہوگا جس کے بارے میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو دورہ سپین کے دوران ۱۹۷۰ء میں بہت اضطراب اور کثیر دعاؤں کے بعد اللہ تعالیٰ نے بشارت عطا فرمائی تھی کہ اپنے وقت مقررہ پر اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو اس کی تعمیر کی توفیق عطا فرمائے گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اس خواہش کا اظہار فرمایا تھا کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قرطبہ شہر میں ایک ہزار مساجد تعمیر کرنے کی توفیق دے جہاں اسلامی دور میں چھ سو مساجد قائم تھیں۔ حضرت خلیفہ ثالثؒ کی اس خواہش کی تکمیل کا آغاز ۱۹۸۲ء میں ہوا جب گیارہ ستمبر کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ نے مسجد بشارت سپین کا افتتاح فرمایا۔

قادیان کی ابتدائی مساجد کا فیض خلافت کے ذریعہ تمام دنیا میں جاری ہونے کی پیشگوئی کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے ۱۹۳۸ء میں مسجد اقصیٰ قادیان میں پہلی دفعہ لاؤڈ اسپیکر پر خطبہ جمعہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:-

”اب وہ دن دور نہیں کہ ایک شخص اپنی جگہ پر بیٹھا ہوا ساری دنیا میں درس وتدریس پر قادر ہوگا۔ ابھی ہمارے حالات ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتے، ابھی ہمارے پاس کافی سرمایہ نہیں اور ابھی عملی دقّتیں بھی ہمارے راستے میں حائل ہیں۔ لیکن اگر یہ تمام دقتیں دور ہو جائیں اور جس رنگ میں اللہ تعالیٰ ہمیں ترقی دے رہا ہے اور جس سرعت سے ترقی دے رہا ہے اس کو دیکھتے ہوئے سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے قریب زمانے میں ہی یہ تمام دقّتیں دور ہو جائیں گی تو بالکل ممکن ہے کہ قادیان میں قرآن اور حدیث کا درس دیا جا رہا ہو اور جاوا کے لوگ اور امریکہ کے لوگ اور انگلستان کے لوگ اور فرانس کے لوگ اور جرمنی کے لوگ اور آسٹریلیا کے لوگ اور ہنگری کے لوگ اور عرب کے لوگ اور مصر کے لوگ اور ایران کے لوگ اور اسی طرح تمام ممالک کے لوگ اپنی اپنی جگہ وائرلیس سیٹ لئے ہوئے وہ درس سن رہے ہوں۔ یہ نظارہ کیا ہی شاندار نظارہ ہوگا اور کتنے ہی عالیشان انقلاب کی یہ تمہید ہوگی کہ جس کا تصور کر کے بھی آج ہمارے دل مسرت وانبساط سے لبریز ہو جاتے ہیں۔

(روزنامہ الفضل قادیان ۱۳/جنوری ۱۹۳۸)

حضرت مصلح موعودؓ کی یہ پیشگوئی بڑی شان کے ساتھ آج ایم ٹی اے کے ذریعہ پوری ہو رہی ہے۔

موجودہ دور میں بھی اسلام کی نشأةِ ثانیہ کا ایک اہم تعلق مساجد کی تعمیر سے ہے جس کی طرف ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کمال توجہ فرما رہے ہیں۔ ۱۹۹۷ء میں حضور نے جماعت احمدیہ جرمنی کو اس صدی کے آخری سال تک جماعت احمدیہ کی طرف سے ایک سو مساجد تعمیر کرنے کی تحریک فرمائی تھی اور اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ خدا کرے کہ صدی کے آخر پر ہم یہ اعلان کرسکیں کہ جماعت جرمنی کو توحید کے دو تقاضے پورے کرنے کی توفیق ملی ہے۔ ایک یہ کہ ایک لاکھ احمدی یورپ میں توحید کے علمبردار ایک سال میں ہم نے بنائے اور ایک یہ کہ خدا کے نام پر اسی کی خاطر سو مساجد کی ہم نے تعمیر کر دی ہے۔

ظاہر ہے اس پیغام کا اوّل مخاطب اہل جرمنی ہیں مگر مجموعی طور پر خلیفۂ وقت کی اس بابرکت تحریک کا تعلق تمام عالمگیر جماعت سے ہے کہ انہوں نے اپنی اپنی توفیق اور استعداد کے مطابق غلبہ اسلام کے اس دور میں اشاعت اسلام اور تعلیم وتربیت کے اس اہم ذریعے یعنی مساجد کی تعمیر پر پوری توجہ اور زور دینا ہے۔

حضور نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹/مارچ ۱۹۹۹ء میں مساجد کے نظام کو وسیع تر کرنے کے لئے فرمایا کہ

”یہ وہی سال ہے جس میں ہم نے مساجد کی تعمیر کا منصوبہ بنایا ہے۔ منصوبہ تو ہمیشہ سے چلا آیا ہے مگر اس دفعہ اسے غیر معمولی طور پر بڑھانے کا خیال ہے بلکہ عزم ہے اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے گا۔ یہ سال ایک غیر معمولی اہمیت کا سال ہے۔ اس لئے ہے کہ جیسا کہ میں نے جلسہ سالانہ پر اعلان کیا تھا کہ مجھے اللہ کے فضلوں سے بھاری امید اور توقع ہے کہ اس سال جماعت احمدیہ میں ایک کروڑ انسان داخل ہوں گے۔ اور یہ بہت بڑی امید ہے۔ مگر خدا کے ہاں کچھ بھی نہیں۔ جب وہ فیصلہ کر لے تو ایک کروڑ کیا حیثیت ہے جتنے چاہے داخل فرمائے۔ تو اس سلسلہ میں جماعتوں کو جو نصیحتیں کی گئی تھیں ان میں سب سے زیادہ اہم نصیحت یہ تھی کہ اگر تم نے ایک کروڑ بننا ہے تو خدا تعالیٰ کے گھر بنانے شروع کرو اور اس کثرت سے بناؤ کہ ان کو آباد کرنا چونکہ خدا کا کام ہے۔ وہ آپ ہی گھیر گھیر کر آدمی لے آئے گا۔ اگر یہ میری توقع اللہ کے ہاں مقبول ہوئی، منظور ہوئی تو انشاء اللہ اس سال یہ بھی ایک نیا سنگ میل اس ملک میں رکھا جائے گا۔ پس اس پہلو سے مساجد کی تعمیر ہمارے نزدیک بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ جماعت کو جہاں جہاں یہ آواز پہنچے گی اس خاص منصوبہ پر بڑی گہری توجہ سے عمل کرے گی“۔

پس ہم پر یہ فرض ہے کہ ہم والہانہ قربانیوں کے ساتھ اس فتح کے اہم ترین تقاضے کو پورا کریں اور حضور کے ارشاد کے تحت اس کثرت سے مساجد بنائیں کہ یہ ساری زمین ندائے توحید اور اللہ اکبر کی صداؤں سے گونج اٹھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:

”ہماری ترقی کا راز اسی میں ہے کہ ہم مساجد بنائیں۔ آپ نے فرمایا۔ اِس وقت ہماری جماعت کو مساجد کی بڑی ضرورت ہے۔ یہ خانہ خُدا ہوتا ہے۔ جس گاؤں یا شہر میں ہماری جماعت کی مسجد قائم ہوگئی تو سمجھو کہ جماعت کی ترقی کی بنیاد پڑ گئی“۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۹۳)

غرضیکہ اسلام احمدیت کی ترقی میں مساجد کے کردار کا جس زاویہ سے بھی تجزیہ کیا جائے مسجد کی

باقی صفحہ نمبر ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں

F0ZMAN FOODS

A LEADING
BUYING GROUP
FOR GROCERS
AND C.N.T.SHOPS
2- SANDY HILL ROAD
ILFORD, ESSEX

TELEPHONE
0181-553-3611

خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر حاوی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی رأفت ورحمت کے ذکر میں انسانوں ہی نہیں جانوروں سے بھی شفقت ورحمت کے متعدد دلآویز واقعات کا روح پرور بیان

جلسہ سالانہ قادیان (انڈیا) کے نہایت کامیاب وبابرکت انعقاد کا تذکرہ

(قرآن مجید واحادیث نبویہ کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کی صفت رؤوف کا تذکرہ)

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز - فرمودہ ۲۷/دسمبر ۲۰۰۲ء مطابق ۲۷/فتح ۱۳۸۱ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-
أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -
الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلک يوم الدين - إياک نعبد و إياک نستعين -
اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا۔ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْءٍ۔ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا۔ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ۔ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ۔﴾

(سورة آل عمران:آیت ۳۱)

خدا تعالیٰ کی رحمت اور رأفت کا ذکر چل رہا ہے گزشتہ خطبہ میں بھی یہی تھا آج بھی یہی مضمون جاری رہے گا۔ یہ جو آیت میں نے تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے:

جس دن ہر نفس جو نیکی بھی اس نے کی ہوگی اسے اپنے سامنے حاضر پائے گا اور اس بدی کو بھی جو اس نے کی ہوگی ۔ وہ تمنا کرے گا کہ کاش اس کے اور اس (بدی) کے درمیان بہت دور کا فاصلہ ہوتا ۔ اور اللہ تمہیں اپنے آپ سے خبردار کرتا ہے ۔ حالانکہ اللہ بندوں سے بہت مہربانی سے پیش آنے والا ہے۔

اس آیت کی تفصیل میں علامہ صابونی صَفْوَةُ التفاسیر میں فرماتے ہیں: ﴿وَاللّٰه رَءُوْفٌ بِالْعِبَاد﴾ کا مطلب ہے کہ وہ اپنے بندوں سے بہت زیادہ رحمت کا سلوک کرنے والا ہے اور وہ نیکیوں کا بدلہ بڑھا چڑھا کر دیتا ہے۔ اور بدیوں سے درگزر فرماتا ہے اور جو اس کی نافرمانی کرتا ہے اس کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں: اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر محض شفقت کرتے ہوئے اور ان کی بھلائی کو مدنظر رکھتے انہیں روکتا ہے اور ڈراتا ہے یا یہ کہ وہ بہت بخشنے والا اور دردناک عذاب دینے والا ہے جس کی وجہ سے اس کی رحمت کی امید کی جاتی ہے اور اس کے عذاب سے ڈرا جاتا ہے۔

علامہ طبری فرماتے ہیں: ۔ یہ ڈرانا اس لئے ہے کہ تم ایسے کام سے اجتناب کرو جو تمہارے لئے اس کی ناراضگی کا موجب ہو۔ اور تم اس کام کا نتیجہ اس دن پاؤ گے جس دن ہر شخص جو نیکی اس نے کی ہوگی سامنے موجود پائے گا اور جو بدی اس نے کی ہوگی اسے بھی سامنے موجود پائے گا۔ وہ حسرت کرے گا کہ کاش! اس بدی کے اور اس کے درمیان لمبا فاصلہ ہوتا۔ اور وہ تم سے ناراض ہوگا اور تمہیں اس کا دردناک عذاب پہنچے گا جس کا سامنا کرنے کی تم میں طاقت نہیں ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ﴿وَاللّٰه رَءُوْفٌ بِالْعِبَاد﴾ کہ وہ اپنے بندوں پر بہت شفقت فرمانے والا ہے اور اس کا انہیں اپنے آپ سے ڈرانا اور عذاب سے خوف دلانا اور ان گناہوں سے بعض رہنے کی تلقین کرنا جن سے اس نے روکا ہے، یہ سب اس کی رأفت کے نتیجے میں ہے۔

جتنے زیادہ سڑکوں پہ نشان ہوں خطرہ کے اتنی رحمت وسیع ہے، گول دائرے کے اوپر سڑکوں کے اوپر کہ یہ اتنا چکّر اس طرح مڑے گا اور اس طرح مڑے گا، لوگ احتیاط پہلے کر لیتے ہیں۔ قرآن کریم نے بھی بہت احتیاطیں بتائی ہیں، ہر جگہ کے لئے ہر خطرے کے نشان دہی فرمائی ہے۔

علامہ رازیؒ فرماتے ہیں: وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وعید کے لئے فرمایا ہے۔ اس کے بعد ﴿وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَاد﴾ فرمایا یہ ایک وعدہ ہے۔ وعید یہ ہے جسے خوف دلایا جائے کسی چیز سے ۔ وعدہ وہ ہے جو مثبت ہے۔ فرمایا ایک طرف تمہیں ڈرایا بھی ہے اور دوسری طرف رحمت اور شفقت کا وعدہ بھی فرما دیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق پیدا کرنے سے قبل ہی اپنے اوپر فرض کر دیا تھا کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ (سنن ابن ماجه كتاب المقدمه) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ کی ایک سو رحمتیں ہیں۔ ان میں سے ایک رحمت اس نے تمام مخلوقات کے درمیان تقسیم کی ہے۔ اسی کے ذریعے سے مائیں اپنے بچوں پر رحم کرتی ہیں، جانور اپنے بچوں پر رحم کرتے ہیں اور تم سب ایک دوسرے پر جو رحم کرتے ہو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ایک حصہ کے نتیجے میں ہے ۔ باقی رحمتیں اس نے بچا رکھی ہیں قیامت کے لئے۔ تا کہ اس دن امت پر رحم کیا جائے۔ (سنن ابن ماجه كتاب الزهد) پس یہ آنحضرت ﷺ کا بہت احسان ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کوئی ایسی قوم نہیں جب وہ خدا کا ذکر کرتے ہیں تو فرشتے ان کا گھیرا بنا لیتے ہیں اور اس کی رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینت نازل فرماتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے مقربین میں ان کا ذکر فرماتا ہے۔

(ترمذی کتاب الدعوات ۔ باب ماجاء فی القوم یجلسون)

تیسری ایک روایت میں یہ ذکر ہے کہ ایسے لوگ جو اللہ تعالیٰ کے ذکر مشغول تھے ان کے پاس ایک رستہ چلتا مسافر ستانے کے لئے بیٹھ گیا سو اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی ان کے ساتھ شامل فرما لیا یہ فرما کر کہ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ کہ ایسے نیک لوگ ہیں کہ ان کا ساتھی بھی بدبخت اور بدنصیب نہیں ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تمام اعمال میں میانہ روی اختیار کرو اور افراط تفریط سے کام نہ لو۔ یقیناً یاد رکھو کسی کو اس کے عمل جنت میں داخل نہیں کریں گے ۔ صحابہؓ نے عرض کی: یارسول اللہ ! کیا آپؐ کے اعمال بھی آپ کو جنت میں داخل نہیں کریں گے ۔ آنحضورؐ کی انکساری دیکھیں آپ نے فرمایا نہیں محض اللہ تعالیٰ کا رحم اور فضل ہوگا جس کے نتیجے میں میں جنت میں داخل کیا جاؤں گا۔ (بخاری کتاب الرقاق)

حضرت حذیفہ بن یمان بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْم پڑھا کرتے تھے جس طرح ہم پڑھتے ہیں اور سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى پڑھا کرتے تھے۔ یہ بھی ہم حضور کی سنت میں ہی پڑھتے ہیں۔ جب کسی رحمت کی آیت پر پہنچا کرتے تھے تو توقّف فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کرتے تھے۔ جب کسی غضب والی آیت پر پہنچا کرتے تھے تو پھر بھی توقف فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچنے کی دعا کیا کرتے تھے۔

ایک شخص کے متعلق آنحضرت ﷺ نے روایت فرمائی ہے کہ ایک شخص تھا بہت زیادہ گنہگار، اتنے کہ اس سے زیادہ گناہ سوچے بھی نہیں جا سکتے۔ اس نے اپنے بیٹوں کو نصیحت کی کہ جب میں مر جاؤں تو میری خاک اڑا دینا۔ یعنی جلا کے تیز ہواؤں میں سمندر کے سپرد کر دینا یا دریا کے سپرد کر دینا یہانتک کہ کچھ بھی باقی نہ رہے اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ مر گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا بتا تمہیں کس چیز نے یہ کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ تو اس نے عرض کی اے اللہ صرف تیرا خوف

تھا۔اللہ نے فرمایا کہ جو میرا خوف رکھتا ہے اسے میں جہنم میں نہیں ڈالوں گا۔

(بخاری کتاب التوحید۔ابن ماجہ کتاب الزھد باب ذکر الذنوب)

مومنوں کے لئے تو رحمت تھے ہی۔اس کی ایک مثال یہ ہے۔آنحضور ﷺ نے ایک دفعہ خدا کے حضور یہ عرض کی کہ بعض دفعہ میں مومنوں سے ناراض ہو جاتا ہوں،کوئی تکلیف پہنچے ان کی طرف سے تو میں غصہ میں ان کو بددعا سی دے دیتا ہوں اور یہ چیز جو برا بھلا کہنا اور لعنت ڈالنا یہ ہرگز ان کے لئے عذاب کا موجب نہ بنے اور ان کے لئے رحمت ثابت ہو۔قیامت کے دن ان کے لئے اللہ کے قرب کا ذریعہ بن جائے۔(مسلم کتاب البرّ و الصلة)

آنحضور ﷺ مومنوں کی بہت پردہ پوشی فرمایا کرتے تھے۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ شکایت کسی شخص کے متعلق پہنچی ہے تو کبھی بھی نام لے کر نہیں فرماتے تھے کہ فلاں شخص نے ایسی حرکت کی اور ایسی حرکت کی بلکہ ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ یہ حرکتیں بری بات ہیں۔جس میں بھی یہ عادتیں پائی جائیں ان کو روک لیں کیونکہ یہ نامناسب ہے۔پس لوگوں کے سامنے کسی اور کو بدنام کرنے کے لئے اس کی برائی نام لے کر بیان نہیں فرمایا کرتے تھے۔(سنن ابوداؤد کتاب الادب)

حضرت عقبہؓ بن عامر کے مولیٰ جس کا نام ابوکثیر تھا۔مولیٰ کہتے ہیں آزاد کردہ غلام کو۔ان کا نام ابوکثیر تھا بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے آقا عقبہ کے پاس گیا۔انہیں بتایا کہ ہمارے پڑوسی شراب پی رہے ہیں۔عقبہ نے فرمایا جانے دو۔پھر ان کے پاس دوبارہ گیا اور کہا کہ میں پولیس کو نہ بلاؤں۔عقبہ نے فرمایا تیرا برا ہو کہا جو ہم نے کہ جانے دو۔کیونکہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس نے کسی کی کمزوری دیکھی اور پردہ پوشی سے کام لیا تو یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے زندہ درگور لڑکی کو نکالا اور اسے زندگی بخشی۔(مسند احمد بن حنبل)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا حضور ایک ایسی چادر زیب تن کئے ہوئے تھے جس کا حاشیہ سخت کھردرا تھا۔اتنے میں ایک بدّو اس مجلس میں آیا۔سیدھا حضور ﷺ کی طرف بڑھا اور چادر کو اتنی زور سے کھینچا کہ رسول اللہ ﷺ کی گردن پر اس کا زخم کا نشان پڑ گیا۔آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا بُرا ہو، تو نے یہ کیا حرکت کی ہے؟ پھر فرمایا کیا تمہیں اس کا بدلہ نہ دیا جائے۔اس نے کہا کہ بدلہ تو آپ نے کیا دینا ہے آپ احسان کریں مجھ پر اور میرے دو اونٹوں پر کچھ لدوا دیں۔آنحضرت ﷺ مسکرائے اور فرمایا کہ ٹھیک ہے میں اس دشمنی کا بدلہ احسان سے دیتا ہوں اور صحابہ سے فرمایا کہ ایک اونٹ پہ ایک طرف جَو ڈال دو اور ایک طرف کھجوریں۔تو اس طرح اس دشمن کا جس نے ظالمانہ سلوک کیا تھا اس کا بھی احسان سے بدلہ لیا۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا اس کو بدلہ ملنا چاہئے۔بدّو نے جواب میں یہ کہا تھا کہ بدلہ کس بات کا۔آپ بھی خدا کے ہیں اور یہ مال جو ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ہے تو مجھے یہ مال دے دیں یہی میرا بدلہ ہے۔تو رسول اللہ ﷺ نے مسکرا کے فرمایا کہ ٹھیک ہے یہ مال دے دیتے ہیں۔(الشفا لقاضی عیاض جلد اول صفحہ ۶۳)

آنحضرت ﷺ چہرے کو داغدار کرنے کو بہت ناپسند فرماتے تھے۔یہانتک کہ اگر کسی کے چہرے پر اس طرح چپیڑ ماری جائے بچہ ہو یا کوئی ہو جس سے اس کا نشان پڑ جائے تو آپ بہت ناپسند فرماتے تھے۔صرف انسانوں کے لئے نہیں بلکہ جانوروں کے لئے بھی۔جب ایسے جانور کو دیکھتے تھے جس کے چہرے کو داغا گیا ہو تو حضور سخت کراہت کا اظہار فرماتے تھے اور ایسے شخص کو ناپسند فرماتے تھے۔(مسلم کتاب اللباس والزینة)

ایک گدھا آنحضرت ﷺ کے پاس سے گزرا جس کے چہرے کو داغا گیا تھا۔اس گدھے پر بھی آنحضرت ﷺ نے رحم فرمایا اور فرمایا دیکھو جانوروں کے چہرے کو داغا نہ کرو۔یہانتک فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لعنت کرے اس پر جس نے اس جانور کے چہرہ کو داغا ہے۔

(مسلم کتاب اللباس و الزینة)

چند اور مثالیں میں عرض کرتا ہوں۔حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ ایک اونٹ کے پاس سے گزرے جس کا پیٹ بھوک کی وجہ سے کمر کے ساتھ لگ چکا تھا۔اسے دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ ان بے زبان جانوروں سے متعلق خدا سے ڈرو۔ان پر سواری بھی اس وقت کرو جب یہ صحت مند ہوں اور ان کا گوشت بھی تب کھاؤ جب یہ صحت مند ہوں۔

(سنن ابوداؤد۔کتاب الجهاد باب ما یؤمر به من القیام علی الدوائب و البهائم)

بخاری کتاب الذبائح میں یہ آتا ہے کہ حضرت ہشام بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں انس کے ساتھ تھا۔حکم بن ایوب کے پاس گیا۔میں نے دیکھا کہ کچھ نوجوانوں نے ایک مرغی باندھی ہوئی ہے اور اس پر تیر چلا رہے ہیں تو انس نے کہا آنحضور ﷺ نے اسے سخت ناپسند فرمایا ہے۔فرمایا ہے جانور کو آزاد چھوڑو پھر اس پر تیر چلایا کرو۔جانور کو باندھ کر اس پر تیر چلانا جائز نہیں۔

صحابہ بیان کرتے ہیں ایک دفعہ کہ ہم آنحضور ﷺ کے ساتھ سفر پر تھے۔ایک پرندہ نے گھونسلے میں انڈہ دیا ہوا تھا ہم میں سے کسی نے وہ انڈہ نکال لیا۔وہ پرندہ روتا ہوا اڑتا رہا۔جیسے وہ آنحضرت ﷺ کے پاس شکایت کر رہا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کس نے اس کو دکھ دیا ہے۔فوراً اس کا انڈہ واپس کرو۔چنانچہ صحابہ نے اسی وقت وہ انڈہ واپس کیا اور پھر اس پرندہ کو چین آیا۔

اسی طرح چڑیا کے متعلق بھی آتا ہے کہ چڑیا دیکھی تھی آپ نے جس کے دو بچے بھی تو کہتے ہیں ہم نے اس کے بچے اٹھا لئے۔چڑیا ہمارے قریب آکر اڑنے لگی۔حضورؐ نے دیکھا تو فرمایا کہ اس چڑیا کو اس کے بچوں کی وجہ سے کس نے تکلیف پہنچائی ہے۔فوراً بچے واپس رکھو۔

(سنن ابو داؤد کتاب الادب باب قتل الذی)

اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت ہے کہ ایک دفعہ میں ایسے اونٹ پر سوار ہوئی جو اڑیل تھا اور مجھے تنگ کر رہا تھا۔تو بعض دفعہ ہم بھی ایسا کیا کرتے تھے گھوڑے اڑیل ہوں تو ان کو کھیتوں میں دوڑاتے تھے تھوڑی دیر تھک کے وہ ٹھیک ہو جاتے تھے۔تو آپؐ نے فرمایا کہ میں نے اِدھر اُدھر اس کو دوڑانا شروع کر دیا۔آنحضور ﷺ نے فرمایا عائشہ نرمی اختیار کرو۔(صحیح مسلم کتاب البرّ و الصلة باب فی فضل الرّفق)

آنحضور ﷺ ذبح کے دوران بھی جانوروں پر رحم فرماتے تھے۔فرماتے تھے تیز چھری سے ذبح کیا کرو۔اگر تیز چھری سے ذبح کیا جائے تو شہ رگ کٹ جاتی ہے اور خون دماغ میں جانا بند ہو جاتا ہے۔اس کی وجہ سے درد کا احساس ختم ہو جاتا ہے۔تو تیز چھری سے ذبح کرنا ظلم نہیں بلکہ رحم ہے۔پس رسول اللہ ﷺ نے یہی طریقہ اختیار فرمایا کہ صحابہ کو کہتے پہلے سے ہی بہت تیز چھری کر لیا کرو اور پھر اس سے جانور ذبح کیا کرو۔

ایک دفعہ حضور ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ جانور کے دیکھتے میں اس کے سامنے چھریاں تیز کرو اس سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے۔پہلے تیز کر کے رکھو اور جانور کو پتہ نہ ہو کہ اب میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

آنحضور ﷺ نے چوپاؤں کو آپس میں لڑانے سے منع فرمایا۔یہ آجکل بھی رواج ہے کہ ریچھ اور کتّے کی لڑائی ہوتی ہے اور بعض دفعہ دو کتّوں کی آپس میں لڑائی ہوجاتی ہے۔تو حضور اکرم ﷺ نے لفظ چوپایہ استعمال فرمایا۔جس سے مراد غالباً دَابّہ ہے۔یعنی زمین پر چلنے پھرنے والے جانور تو خواہ اس کے دو پاؤں ہوں جیسے بٹیروں کو لڑایا جاتا یا مرغوں کو لڑایا جاتا ہے۔تو یہ ساری باتیں حضور ﷺ نے منع فرمائیں۔(ترمذی کتاب الجهاد باب فی التحریش بین البهائم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ ایک عورت کو ایک بلّی کی وجہ سے عذاب دیا گیا اس لئے کہ اس نے بلّی کو بند کر لیا تھا اور کھانا پلانا بھول گئی کچھ اس کے پاس نہیں تھا۔اس بند حالت میں بیچاری نے جان دی۔حضور ﷺ نے جب سنا تو اس کی بہت تکلیف محسوس فرمائی اور فرمایا کہ اس عورت کو جب عذاب دیا جائے گا تو اس بلّی کی بنا پر دیا جائے گا۔

(مسند احمد بن حنبل)

آنحضور ﷺ رستوں کا بھی حق بہت ادا فرمایا کرتے تھے۔ہر قسم کے حقوق آپ نے ادا فرمائے ہیں۔ایک شخص کو ارشاد فرمایا کہ بخشا گیا اس لئے کہ اس نے رستے سے ایک کانٹے دار شاخ ہٹا دی تھی ورنہ اندھیرے میں کسی کا پاؤں اس پر پڑ سکتا تھا جس سے اس کو تکلیف پہنچتی۔

آنحضور ﷺ نے فرمایا ایک بدکار عورت کو بخش دیا گیا وہ ایک کتے کے پاس سے گزری جو کنوئیں کے کنارے پر ہانپ رہا تھا قریب تھا کہ پیاس اسے مار دیتی اس عورت نے اپنا موزہ اتارا اور اپنی اوڑھنی سے باندھا اور اس سے پانی کھینچا اور کتّے کو سیراب کیا۔(بخاری کتاب بدء الخلق)

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ وہ ایک مرد تھا۔وہ شخص عورت نہیں تھی۔بہر حال مرد تھا یا عورت تھی دونوں صورتوں میں کتے پر رحم کرنے سے اس کے ہانپنے کی وجہ سے جو تکلیف تھی کسی نے اپنی اوڑھنی وغیرہ نیچے پھینک کر پانی نکالا اس کو پلایا اس کے نتیجے میں اس کو بخش دیا گیا۔

یہ دوسری روایت اس طرح ہے حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص کنوئیں میں اترا

بہت اس کو پیاس لگی ہوئی تھی۔ اترا اور نیچے جاکر پانی پیا۔ باہر نکلا تو کتا بیٹھا پاس ہانپ رہا تھا اور گیلی مٹی چاٹ رہا تھا اس کو خیال آیا کہ یہ بھی تو آخر جانور ہے اس کو بھی تو پیاس نے تنگ کیا ہے۔ وہ خود دوبارہ نیچے اترا اور پوری طرح اپنے موزہ میں وہ پانی بھر دیا اور پھر پلایا۔ جب تک وہ کتّا سیراب نہیں ہوگیا وہ ایسا ہی کرتا رہا۔ (بخاری کتاب الادب باب رحمۃ الناس و البھائم)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانوروں پر رحم کے واقعات پر میں نے غور کیا ہے۔ زیادہ تر ایسے ہی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا حوالہ دے کر آپ نے واقعات بیان فرمائے ہیں اور اس حوالہ سے صحابہ کو نصیحت کی ہے۔ مثلاً بلی والا واقعہ یا دوسرے واقعات بیان کئے تو حضور کے اپنے واقعات اتنے زیادہ مجھے یاد نہیں سوائے اس کے کہ ایک دفعہ آپ کا ایک بچہ چڑیا کو تنگ کرکے کمرے میں اس کو تھکا کے پکڑ رہا تھا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے منع فرمایا کہ دیکھو یہ ظلم نہیں کیا کرتے اس کو آزاد چھوڑو آزاد ہو کے بے شک شکار کرو۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک بچہ ایک دفعہ ایک طوطا مار کے لایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے بہت ناپسند فرمایا۔ فرمایا دیکھو حرام تو نہیں ہے مگر ہر چیز خدا نے کھانے کے لئے پیدا نہیں کی۔ طوطے دیکھو کیسے خوش رنگ ہوتے ہیں ان کو دیکھ کر انسان لطف اٹھاتا ہے تو بعض چیزیں کھانے کے لئے نہیں بلکہ اس کی خوبصورتی کی وجہ سے لطف اٹھانے کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ اس لئے ایسے جانوروں کا شکار نہیں کرنا چاہئے۔

یہ چند واقعات جو میں نے بیان کئے ہیں ان کے علاوہ بھی ہوں گے بہت سے واقعات، لیکن میرے علم میں زیادہ نہیں آسکے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یقیناً جانوروں پر بہت رحم کرنے والے تھے۔ اس لئے مجھے واقعات یاد ہوں یا نہ ہوں یہ امر واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جانوروں پر بہت رحم فرمانے والے تھے۔

اب اس مختصر خطاب کے بعد، میں نے تو پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو کہا تھا خطاب لمبا کرنا مگر انہوں نے شائد مجھ پر رحم کیا اور خطاب کو چھوٹا کر دیا۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ دو بجے تک یا اس کے قریب قریب یہ خطاب لمبا ہو جائے گا۔ مگر بیچ میں سے بہت سی روایتیں کاٹ دی گئی ہیں۔

اب میں قادیان کے خوشگوار جلسے کے متعلق بیان کرنا چاہتا ہوں۔ قادیان کا جلسہ تیسرے روز میں داخل ہو چکا ہے۔ ماشاء اللہ ہندوستان کے کارکنوں نے بہت عمدگی سے اس کا انتظام سنبھالا ہے۔ پہلے موسم خراب تھا اور ڈر تھا بارش کی وجہ سے کہ مہمانوں کو تکلیف نہ پہنچے۔ لیکن خدا نے موسم کو صاف کر دیا اور اب بکثرت لوگ آرام سے جلسہ سن رہے ہیں۔ یہانتک کہ ایک اندازے کے مطابق حاضری چالیس ہزار رہی ہے اور یہ سارا کام خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ مقامی لوگوں نے کیا ہے اور بیرونی مدد ان کو نہیں پہنچی۔ اندازہ ہے کہ یہ تعداد بڑھ کر آخری دن پچپن سے ساٹھ ہزار تک پہنچ جائے گی۔ یہ اندازہ اس لئے ہے کہ قریب کی جماعتوں کو ہدایت کی گئی تھی کہ جگہ کی تنگی ہے، ٹھہرنے کی تنگی ہے اس لئے آپ ایسے وقت میں آئیں کہ ایک ہی دن میں واپس اپنے وطن کو جاسکیں۔ چنانچہ بڑی تعداد میں لوگ آج پہنچ گئے ہوں گے جو صبح آئیں گے کھانا وانا کھائیں گے اور پھر شام کو چلیں جائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ بہت بڑا جلسہ ہوا ہے۔ گیارہ ایکڑ اراضی میں خیمہ جات نصب کرکے یہ جلسہ منعقد کیا گیا اور جگہ ساری پُر ہوگئی۔ قادیان کے چاروں لنگر خانے پورے زور وشور سے کھانا پکا رہے تھے۔ ہماچل ہریانہ سے بڑی کثرت سے سرپنچ اور پرمُکھ شرکت کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ کئی سرکردہ سیاسی، مذہبی اور سماجی شخصیات بھی شامل ہو رہی ہیں۔ پانچ صوبوں کے چیف منسٹرز اور تین صوبوں کے گورنروں نے اپنے پیغامات بھجوائے ہیں۔ اس جلسہ کی خاص بات یہ ہے کہ اس جلسہ میں حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے خاندان کے بھی کچھ لوگ پہلی مرتبہ تشریف لائے ہیں۔ یہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر اور حضرت میر ناصر نواب صاحب کی قبر پر دعا کے لئے حاضر ہوئے تو فرط جذبات سے اپنے اوپر قابو نہیں پاسکے اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ کل انشاء اللہ یہ جلسہ اپنی تمام مقدس روایات کے ساتھ اختتام پذیر ہوگا۔ اس میں شامل ہونے والے تمام احباب وخواتین کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ سفر حضر میں حافظ و ناصر ہو اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کا فیض سب شرکائے جلسہ کو پہنچتا رہے۔

(خطبہ ثانیہ شروع کرنے سے قبل حضور ایدہ اللہ نے فرمایا) پہلے میں درمیان میں بیٹھ کر پھر اٹھ کر یہ آخری دعا کیا کرتا تھا۔ مگر پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے مجھے بتایا کہ ہمیشہ بیٹھنے کی ضرورت نہیں، کچھ عرصہ توقف کرلیں پھر اس کے بعد یہ آخری دعا پڑھ لیا کریں۔

● ● ● ● ● ● ● ● ● ● ● ● ● ● ●

تنزانیہ (مشرقی افریقہ) میں ذیلی تنظیموں کے سالانہ اجتماعات

(مظفر احمد درانی)

تنزانیہ میں جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دن بدن مستحکم ہوتی چلی جارہی ہے۔ جماعت کی کارگزاری کے ساتھ ساتھ ذیلی تنظیمیں بھی اپنے پروگرام کرتی ہیں اور جماعت کی ترقی میں اہم کردار ادا کررہی ہیں۔ اور اپنے دائرہ کار میں اپنے فرائض سرانجام دے رہی ہیں۔

تنزانیہ میں ذیلی تنظیموں کے سالانہ اجتماعات ایک ہی دن ماہ ستمبر کے آخری جمعہ کے روز منعقد ہوتے ہیں۔ چنانچہ امسال یہ اجتماعات ۲۷؍ستمبر ۲۰۰۲ء کو منعقد ہوئے۔ ہر ذیلی تنظیم نے اپنے طور پر الگ انتظام سے اپنے پروگرام کئے جن کی تفصیل ہدیۂ قارئین ہے۔

اجتماع مجلس انصاراللہ تنزانیہ

۲۷؍ستمبر کو دن کا آغاز نماز تہجد سے ہوا۔ جو مقام اجتماع میں ادا کی گئی۔ نماز فجر کے بعد معلم علی محمد راشدی صاحب نے درس قرآن کریم دیا۔

اجتماع کا آغاز صبح نو بجے ہوا۔ تلاوت قرآن کریم، نظم اور انصاراللہ کا عہد دہرایا گیا۔ پھر صدر انصاراللہ مکرم عثمان ماکوپا صاحب نے افتتاحی خطاب فرمایا جس میں آپ نے ملک بھر سے آئے ہوئے ممبران سے توقع ظاہر فرمائی کہ وہ اجتماع کے پروگرام سے بھرپور فائدہ اٹھائیں گے۔

پھر مجلس انصاراللہ کی شوریٰ منعقد ہوئی۔ دیگر امور کے علاوہ صدر مجلس کا انتخاب ہوا۔

خطبہ جمعہ میں خاکسار نے ذیلی تنظیموں کے حقوق وفرائض کے موضوع پر حاضرین کو ہدایات دیں۔

نماز جمعہ کے بعد ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔

نماز مغرب سے قبل نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والوں میں خاکسار نے انعامات تقسیم کئے اور اختتامی ہدایات دیں جن میں دو باتیں قابل ذکر ہیں۔

(۱) انصاراللہ پوری جماعت میں اعلیٰ نمونہ پیش کریں تاکہ دوسرے اسے اپنائیں۔

(۲) اپنی اولادوں کو احمدیت سے وابستہ کرنے کو یقینی بنائیں تاکہ اطمینان سے خدا کے حضور پیش ہوسکیں۔

دعا کے ساتھ یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ اجتماع کی حاضری ایک ہزار کے قریب تھی۔

......☆......☆......☆......

اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ تنزانیہ

مجلس خدام الاحمدیہ تنزانیہ کا ۳۴واں سالانہ اجتماع بھی ۲۷؍ستمبر کو منعقد ہوا۔ اجتماع کے لئے وسیع پیمانہ پر خیمہ جات اور ٹینٹس لگائے گئے تھے۔

اجتماع کا آغاز نماز تہجد سے ہوا۔ نماز فجر کے بعد درس قرآن کریم ہوا۔

اجتماع کا آغاز صبح نو بجے تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ نظم اور عہد کے بعد مکرم حسن معلم صاحب، صدر مجلس خدام الاحمدیہ تنزانیہ نے افتتاحی خطاب فرمایا اور حصول علم کی طرف توجہ دلائی۔ اس کے بعد علمی مقابلہ جات ہوئے۔

نماز جمعہ وعصر کے بعد ورزشی مقابلہ جات منعقد ہوئے۔ خدام کے ساتھ اطفال بھی اپنا الگ اجتماع کررہے تھے۔

نماز مغرب وعشاء کے بعد اختتامی اجلاس منعقد ہوا جس میں تقسیم انعامات ہوئی۔ خاکسار نے اس موقع پر بعض ہدایات دیں اور دعا کے ساتھ یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

خدام الاحمدیہ کے اس اجتماع میں گزشتہ سالوں کی نسبت زیادہ مقابلہ جات ہوئے اور حوصلہ افزائی کے طور پر اچھے انعامات تقسیم کئے گئے۔ خدّام کی حاضری اطفال سمیت ایک ہزار سے زائد رہی۔

......☆......☆......☆......

اجتماع لجنہ اماء اللہ تنزانیہ

لجنہ اماء اللہ تنزانیہ کا سالانہ اجتماع بھی ۲۷؍ستمبر کو دارالسلام شہر میں جماعت کی مرکزی مسجد میں منعقد ہوا۔

حسب روایت لجنہ نے بھی دن کا آغاز نماز تہجد باجماعت سے کیا۔ پھر صبح نو بجے تلاوت قرآن کریم، نظم اور عہد کے ساتھ مکرمہ رضیہ کالوٹا صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ تنزانیہ نے افتتاح فرمایا۔ آپ نے احمدی مستورات کی خوبیوں پر تقریر کی۔ پھر مختلف علمی و ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔

مجلس شوریٰ بھی منعقد کی گئی جس میں نئی صدر لجنہ کا انتخاب بھی کیا گیا۔

نماز جمعہ کے لئے تمام ممبرات لجنہ، مردانہ مقامِ اجتماع میں پردے کی رعایت کے ساتھ شامل ہوئیں۔

نماز مغرب سے قبل صدر صاحبہ لجنہ نے انعامات تقسیم کئے اور اختتامی دعا کے ساتھ یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

لجنہ کی حاضری ۸۰۰ سے زائد تھی۔

♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦♦

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

مجلس انصاراللہ غانا کے

بیسویں سالانہ اجتماع کا کامیاب و بابرکت انعقاد

علمی و ورزشی مقابلے، پرمغز تقاریر۔ قریباً دو ہزار انصار کی شمولیت

(رپورٹ: فہیم احمد خادم۔ مبلغ سلسلہ غانا)

خدا تعالیٰ کے فضل سے مجلس انصاراللہ غانا کا بیسواں سالانہ اجتماع ۱۳، ۱۴ر ستمبر ۲۰۰۲ء کو Cape Coast کے مقام پر منعقد ہوا۔ اجتماع کا Theme تھا: ''اخلاقی احیاء کے لئے جہاد کی ضرورت ہے''۔ ۱۲ر ستمبر سے ایک روز قبل ملک بھر کی مختلف مجالس سے انصار اپنی اپنی گاڑیوں کے ذریعہ مقام اجتماع پہنچ گئے۔

پہلا دن

۱۳ر ستمبر کو دن کا آغاز اجتماعی نماز تہجد سے ہوا، اس کے بعد Twifo praso سرکٹ کے مبلغ مکرم محمد آدم صاحب نے ''انصاراللہ کی ذمہ داریوں'' پر درس دیا۔ نماز فجر کے بعد انصار کے مابین درج ذیل ورزشی مقابلہ جات ہوئے: رسہ کشی، ٹیبل ٹینس، سو میٹر دوڑ، والی بال، فٹ بال۔ بارہ بجے دوپہر تمام انصار نے مقام اجتماع پہنچ کر حضور ایدہ اللہ کا خطبہ جمعہ بذریعہ MTA براہ راست سنا۔

حضور کے خطبہ کے بعد مقامی طور پر نماز جمعہ ادا کی گئی۔ مولانا عبدالوہاب بن آدم صاحب امیر و مشنری انچارج غانا نے خطبہ جمعہ دیا۔ آپ نے خدا تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کو موضوع بناتے ہوئے توجہ دلائی کہ انصاراللہ میں شمولیت دراصل خدا تعالیٰ کی طرف سفر کا آغاز ہے۔ ہمیں جو خدا کی مکمل اطاعت کا حکم ہے وہ اس بات کی تاکید ہے کہ ہم ہمیشہ اس امر کو مستحضر رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی ہر جگہ موجود ہے۔ یہی وہ احساس ہے جو نیکیوں کو جنم دیتا ہے۔ آپ نے انصار کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ آپ عمر کے اس حصے میں ہیں کہ یہ وقت عہد باندھنے کا نہیں بلکہ فوراً عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

افتتاحی تقریب

اڑھائی بجے دوپہر افتتاحی تقریب کا آغاز ہوا۔ تلاوت اور نظم کے بعد مجلس انصاراللہ کے صدر Mr. Yusuf Emah نے انصار کا عہد دہرایا۔ عہد کے بعد انہوں نے ہی Welcome Address پیش کیا۔ آپ نے جملہ مہمانوں اور انصار کو خوش آمدید کہا۔ اجتماع کے Theme کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ یہ موضوع وقت کی اہم ضرورت ہے۔ آج ہرسُو بداخلاقی کا دور دورہ ہے۔ اس بے حیائی اور بے راہ روی کا الزام کس پر دھریں؟ لیکن ایک بات واضح ہے کہ اگر ہم نے اپنے بچوں کی صحیح رنگ میں تربیت نہ کی تو آئندہ نسلیں یہ الزام ہم یعنی والدین اور سرپرستوں پر عائد کریں گی۔

مولانا عبدالوہاب آدم صاحب نے افتتاحی خطاب میں اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنانے کی طرف توجہ دلائی اور بتایا کہ لوگ شیطان کو اپنے برے کاموں کے لئے بطور Excuse استعمال نہ کریں۔ انسان تو خدا کی صورت پر پیدا ہوا ہے۔ اس مقام کے باعث اسے ہمیشہ شیطان پر برتری حاصل ہے کیونکہ اسے شیطان پر تسلط کی طاقت دی گئی ہے۔ اسلام تو واضح اعلان کرتا ہے کہ شیطان کو خدا کے خاص بندوں پر کوئی تسلط یا غلبہ حاصل نہیں۔ آپ نے بڑھتی ہوئی اخلاقی کمزوریوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ آج انسان خدا کی صورت اپنانے کی بجائے شیطان کی شکل اختیار کرتا جا رہا ہے۔ اس کا اظہار آئے دن ہونے والے گھناؤنے جرائم کی شکل میں ہم روزمرہ مشاہدہ کرتے ہیں۔ پس جماعت احمدیہ کے افراد کو چاہئے کہ وہ اپنے اندر خدا تعالیٰ کی صفات پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ انسان جوں جوں خدا کی صفات اپناتا ہے وہ ایسے مقام پر جا پہنچتا ہے جہاں وہ فرشتوں پر بھی برتری حاصل کر لیتا ہے۔ ماحول کی اصلاح ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ انصار کو چاہئے کہ وہ اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے آگے آئیں اور اپنے اچھے کردار کے ذریعہ معاشرہ کی اصلاح کریں۔

امیر صاحب کی تقریر کے بعد کیپ کوسٹ کے DCE (ڈسٹرکٹ چیف ایگزیکٹو) Mr Arafat Munir Nahu نے خطاب کیا۔ دراصل اس موقع پر ریجنل منسٹر صاحب نے بنفس نفیس تشریف لانا تھا جو بعض مصروفیات کے باعث ممکن نہ ہو سکا۔ انہوں نے اپنی تقریر، ان DCE کو دے کر اپنی نمائندگی میں بھجوایا۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپ سب احمدی احباب کو اپنے ریجن میں خوش آمدید کہتے ہیں۔ احمدیہ مشن کی طرف سے صحت، تعلیم اور زراعت کے شعبوں میں پیش کی جانے والی خدمات پر خراج تحسین پیش کیا۔ آپ نے ہومیو کلینکس اور ایلوپیتھی ہسپتالوں کا ذکر کر کے کہا کہ مذہبی اداروں سے یہی توقع کی جا سکتی ہے۔ انہیں چاہئے کہ عوامی بہبود کی حکومتی کوششوں کو اسی طرح تکمیل تک پہنچانے میں مدد دیں۔ مذہب ہی سوسائٹی میں تبدیلی پیدا کر سکتا ہے۔ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے لیڈر اپنے قول و فعل میں تفریق کا شکار ہو چکے ہیں۔ ایک طرف تو وہ سماجی برائیوں کے خلاف جہاد پر زور دیتے ہیں اور دوسری طرف وہ خود ہی ان برائیوں میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ آج کا ایک اہم مسئلہ معمر اور بزرگ لوگوں کی نگہداشت ہے۔ لوگ اپنی ذات میں زیادہ دلچسپی لینے لگے ہیں۔ خاندانی سسٹم ختم ہوتا جا رہا ہے۔ یہ نئی لہر ہماری سماجی روایات کے خلاف ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ان عمر رسیدہ لوگوں سے عزت اور حسنِ سلوک کا معاملہ کریں اور ان سے شفقت اور محبت سے پیش آئیں۔ اس کے ذریعہ ہم آئندہ نسلوں کو یہ سبق دے رہے ہوں گے کہ معمر لوگوں کی نگہداشت کرنا اور ان سے محبت اور نرمی سے پیش آنا ہمارے لئے ازحد ضروری ہے۔

اس کے بعد تین عیسائی چرچوں کے نمائندگان نے تقاریر کیں جن میں انہوں نے باہمی محبت اور پیار پر زور دیا۔ سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب نے بھی مختصر خطاب کیا۔ آپ نے کہا کہ یہ عیسائی ادارہ ہے لیکن آپ مسلمان اس میں اپنی ریلی منا رہے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ اس طرح پیار و محبت سے مل جل کر رہیں۔ رات کے سیشن میں تلاوت قرآن مجید، اذان اور دینی معلومات کے مقابلے ہوئے۔

دوسرا روز

اس دن کا آغاز بھی نماز تہجد باجماعت سے ہوا جس کے بعد سینئر سرکٹ مشنری مکرم الحاج محمد یوسف ایڈوسی نے ''خاوند کی ذمہ داریاں'' کے موضوع پر تقریر کی۔ نماز فجر کے بعد مکرم محمد یوسف بن اسحاق صاحب سرکٹ مشنری نے جلسہ سالانہ لندن کے بارہ میں اپنے تأثرات بیان کئے۔

روٹ مارچ (Rout March)

ناشتہ کے بعد روٹ مارچ کا پروگرام تھا جو کہ غانا میں ریلیوں کا ایک نہایت اہم پروگرام ہوتا ہے اور اس کے لئے انصار کا ایک خاص یونیفارم ہوتا ہے یعنی سفید گاؤن، سفید اور کالی دھاری والا رومال، کالی جناح کیپ اور کالے جوتے۔ تمام انصار اپنے اپنے ریجن کے حساب سے قطاروں میں کھڑے ہوتے ہیں اور کلمہ طیبہ اور ذکر الٰہی کا ورد کرتے ہوئے آہستہ آہستہ مارچ کرتے ہیں۔ یہ قافلہ مخصوص سڑکوں پر مارچ کرتا ہے اور یہ نظارہ نہایت خوبصورت منظر پیش کرتا ہے۔ لوگ رک رک کر اس کا نظارہ کرتے ہیں۔ امسال یہ مارچ کیپ لوسٹ کی سڑکوں پر تھا۔

اختتامی تقریب

اس تقریب کے مہمان خصوصی سابق صدر انصاراللہ Alhaj Ibrahim B. A. Bonsu تھے۔ تلاوت اور عہد کے بعد مکرم مولوی محمد بن صالح صاحب نائب امیر ثانی نے ''اسلام کا نظام وراثت'' کے موضوع پر اظہار خیال کیا۔ اس کے بعد الحاج ڈاکٹر محمد بن ابراہیم صاحب ریجنل ڈائریکٹر آف ہیلتھ فار ویسٹرن ریجن نے انصار سے خطاب کیا۔ آپ نے انصار کو اپنی صحت برقرار رکھنے کے لئے بعض مفید مشورے دیئے۔

بعدازاں انصار کی طرف سے ایک ریزولیشن منظور کیا گیا۔ اس میں عہد کیا گیا تھا کہ ہم انصاراللہ غانا، نائب صدر مملکت غانا کی طرف سے کرپشن کے خلاف جہاد کی تحریک پر لبیک کہتے ہیں اور اس جہاد میں دوسرے عوام کے ساتھ شانہ بشانہ شریک ہوتے ہیں۔

ریزولیشن کے بعد تقریب تقسیم انعامات کا انعقاد ہوا۔ مجموعی کارکردگی کے لحاظ سے "Greater Accra" ریجن کو اول قرار دیا گیا۔

تقسیم انعامات کے بعد مکرم مولانا عبدالوہاب بن آدم صاحب امیر و مشنری انچارج غانا نے اختتامی خطاب سے نوازا۔ آپ نے کہا ان دنوں اکرا کی جامع مسجد میں توسیع ہو رہی ہے۔ آپ انصار کے چند ممبران اس سلسلہ میں بے حد مالی قربانی کر رہے ہیں۔

گزشتہ دنوں غیر احمدیوں کے موقف ''زنا کی سزا رجم ہے'' کے مقابل پر آپ نے اس موقع پر قرآنی آیات کے حوالہ سے حقیقی قرآنی موقف بیان کیا اور غیر احمدیوں کے اس غلط نظریہ کا ردّ فرمایا۔ اس ضمن میں امیر صاحب نے اخبارات سے بھی چند اقتباسات پڑھ کر سنائے، جس میں ایک صحافی نے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ ''احمدیوں کا شکر ادا کریں کہ یہ دنیا بھر میں قرآن مجید کی سچی تعلیم کی اشاعت کرتے ہیں۔ میرے علم میں یہ بھی آیا ہے کہ اب قرآن مجید کا لوکل زبانوں میں ترجمہ بھی ہو رہا ہے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے''۔ اس پر امیر صاحب نے کہا Fante, Ashanti, wale زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ کرنے والے، آپ انصار ہی ہیں۔ انصار بھائی ہی ہیں جو یہ کار خیر بجا لا رہے ہیں۔ آخر پر محترم امیر صاحب نے فرمایا کچھ عرصہ ہوا انصاراللہ میں ایک سکیم چلی تھی کہ ہر ناصر اپنے پاس ذاتی قرآن مجید رکھے، یہ بہترین ساتھی ہے، عظیم رہنما ہے۔ آج اس سکیم پر ازسرنو عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ ہر ناصر اپنا قرآن حاصل کرے، اس کا مطالعہ کرنے اور اسے سمجھنے کی کوشش کرے۔ خطاب کے آخر پر آپ نے اجتماعی دعا کروائی جس کے ساتھ یہ بابرکت اجتماع بخیر و خوبی اپنے اختتام کو پہنچا۔

اجتماع کے لئے انصار کا ملک کے ایک کونے سے دوسرے کونے کی طرف لمبا سفر کرنا اگرچہ خاصا مشکل تھا۔ تاہم اس اجتماع میں ۲۰۰۰ انصار نے شرکت کی۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اجتماع کے شرکاء کو اپنے فضل عظیم سے نوازے اور انصاراللہ کی تنظیم کو ازحد فعال بنائے۔ آمین۔

****

سیٹلائٹ

معاشی ناہمواری

(آصف محمود باسط ۔ سکاٹ لینڈ)

اس وقت مَیں گلاسگو سے لندن کا سفر کر رہا ہوں۔ٹرین گلاسگو سنٹرل سٹیشن سے روانہ ہوچکی ہے مگر ابھی گلاسگو شہر کی حدود سے باہر نہیں نکلی۔کھڑکیوں سے باہر دونوں جانب بہت بھلا نظارہ ہے۔سرخی مائل تکون چھتوں والے مکانات، بے تحاشا سبزہ، آغازِ سرما کی ملائم دھند اور ریل گاڑی کی موج مے کولرزانے والی رفتار سب مل کر ایک خوبصورت ماحول کو جنم دے رہے ہیں۔چونکہ بہت صبح کا وقت ہے، مکانات اپنے مکینوں کی میٹھی نیند کی چادر کی لپیٹ میں دکھائی دے رہے ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ اس رومانوی ماحول کی گرفت ذہنِ پریشاں پر کبھی ڈھیلی نہ پڑے۔

وائے حسرت کہ ذہن نے خودکو اس ماحول سے آزاد کرا ہی لیا۔قصور ہماری طبیعت کا کہ جو دنیا کی ہر چیز سے یادوں کی نہر کشید کر لیتی ہے۔چونکہ سفر ریل گاڑی کا ہے، سو یہ دل اس زمانے میں جا پہنچا ہے جب ریل گاڑی کا سفر ہر ہفتے کرنا پڑتا تھا۔ربوہ کے رہنے والے طالبانِ علم جو حصول علم کی غرض سے لاہور میں قیام پذیر ہوتے وہ اپنے گھر اور گھر والوں کو ملنے تقریباً ہر ہفتے ربوہ جایا کرتے۔میری خوش قسمتی کہ میرا گھر بھی ربوہ میں تھا (بلکہ ہے) اور مَیں بھی شہر لاہور میں کسب علم کا شرف رکھتا تھا۔سو مَیں بھی ہفتہ وار چھٹی سے ایک روز قبل لاہور سے ربوہ کا سفر کرتا۔

میرا قیام مسلم ٹاؤن لاہور میں واقع احمدیہ ہاسٹل ''دارالحمد''میں تھا۔ہفتہ کے روز ربوہ کے رہنے والے تقریباً تمام لڑکے چاچے بولے کے ہاتھ کا پکا کھانا کھاتے (جو اب سوچنے پر بہت خوش ذائقہ محسوس ہوتا ہے) اور پھر خوشی خوشی گھر جانے کی تیاری کرنے لگتے۔ یہ بڑا خوشی کا دن ہوتا تھا۔گویا کوئی Event کہہ لیں۔پھر سہ پہر کو لڑکے اپنے اپنے سفری بیگ کاندھوں پر اٹھائے وحدت روڈ پر لاہور سٹیشن جانے والی ویگن کا انتظار کرتے اور سٹیشن پہنچ کر سرگودھا ایکسپریس (جو ڈبّے کے نام سے معروف ہے) کے ذریعہ ربوہ کا سفر شروع ہوجاتا اور چند گھنٹوں بعد ہم ربوہ پہنچ جاتے۔ یہ تمام سفر لڑکوں کے قہقہوں، خوش کلامیوں سے مزین ہوتا۔لیکن اس پورے عرصہ میں میری طبیعت کی شگفتگی کچھ دیر کے لئے تقریباً غائب ہوجاتی۔ یہ وہ عرصہ ہوتا جب ریل گاڑی لاہور سٹیشن کے پلیٹ فارم سے تو چل پڑتی تھی مگر ابھی لاہور شہر میں اور لاہور کے نواح میں ہی گھوم رہی ہوتی تھی۔

جونہی ٹرین سٹیشن سے نکلتی ریل پٹڑی کے دونوں جانب پٹڑی سے متّصل ایک خاص قسم کی آبادی نظر آتی۔ انسانیت کی رو سے اسے آبادی کہنا کسی اخلاقی جرم سے کم نہیں مگر کیا کریں کہ عرفِ عام میں یہ ''کچی آبادی'' کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ ہر شہر اور ہر قصبے اور ہر صوبے کا خاصہ ہیں لیکن کسی شہر یا قصبے کی شہرت کا خاصہ نہیں۔ مگر اس سوغات کو اس بات کا کوئی ملال نہیں۔ شاید انہیں معلوم ہے کہ وہ ہمارے پورے ملک کی وجہ شہرت اور پہچان ہیں کہ انہی کے باعث پاکستان تیسری دنیا میں شمار ہوتا ہے (چلئے کسی گنتی میں تو ہے)۔ یہ بستیاں پاکستان کے ہر شہر، قصبے اور ریل کی پٹڑی کے مقابل اتصال کو رونق بخشتی ہیں۔

بار بار لفظ بستی اور آبادی استعمال کرنے کے باوجود مجھے ان ''آبادیوں'' کے لئے اس لفظ کے استعمال سے اختلاف ہے۔ نہ دین نہ دھرم، نہ کوئی اسلوبِ معاشرت۔زندگی انتہائی جبلّی سطح پر رینگ رہی ہے، محض زندہ رہنا، سانسوں کی لڑی کو ٹوٹنے نہ دینا زندگی کا واحد مقصد ہے۔بستر گندگی کے ڈھیر پر بنا ہوا اور اوڑھنی گندگی ہی کے ڈھیر سے اٹھائی ہوئی، خوراک کا بیشتر حصہ گندگی کے ڈھیر سے اٹھایا ہوا۔ایسی بستی کو بستی کون کہے کہ ایسی بستی سے تو بہتر ہے بیاباں ہونا۔ جو انسان محض بھوک اور افزائش نسل کی جبلّتوں کے سہارے زندہ ہو، صرف اس کی جسمانی ساخت ہے جو یہ ماننے پر آمادہ کرتی ہے کہ یہ بھی اس جنس کا نمائندہ ہے جسے اشرف المخلوقات کا درجہ حاصل ہے۔

یہ سب لکھنے سے میری مراد کسی غیر معمولی انسان دوستی کے جذبے کا اظہار ہرگز نہیں۔جن میں انسان دوستی کا غیر معمولی جذبہ ہو وہ عملاً کچھ کر دکھایا کرتے ہیں۔مگر مَیں نے اس دکھ کو بار بار محسوس کرنے کے سوا کچھ نہ کیا۔ جونہی ریل گاڑی شاہدرہ سے آگے نکلا کرتی میرا یہ احساس بھی معدوم ہوتا جاتا۔پھر مَیں دوبارہ قہقہے مارتے ہوئے ساتھیوں کے ٹولے میں شریک ہوجاتا۔ یہ بستیاں بہت پیچھے رہ جاتیں اور مَیں اپنے دوستوں اور ریل گاڑی سمیت بہت آگے نکل جاتا۔

دراصل ان کچی بستیوں کا المیہ یہی ہے کہ انہیں دیکھنے والے دیکھتے ہیں، کچھ ان کا درد محسوس کرتے ہیں پھر گھڑی دیکھتے ہیں، کوئی کام یاد آجاتا ہے اور بس۔ پھر وہ کام میں اتنے مصروف ہوتے ہیں کہ یہ موہوم سا احساس ہمدردی معدوم ہونے لگتا ہے۔یہاں تک کہ پھر انہیں ان کچی بستیوں کا خیال تک نہیں آتا۔ افسوس کہ جنہوں نے ان بستیوں کو غور سے دیکھا بھی تو اکثر نے غلط زاویے اور غلط Dimention سے دیکھا۔

تہذیب و تمدن سے بالکل ناآشنا ان بستیوں میں کارل مارکس جیسے مفکروں کو خدا کا قصور نظر آیا۔اور نتیجتاً انہوں نے خدا کی ذات کا انکار کردیا، وہ ذات جو خطا سے پاک ہے۔مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر نعوذ باللہ یہ غلطی خدا کی ہے تو دنیا کے مخصوص خطوں میں ہی کیوں سرزد ہوئی۔خدا نے تو انسان بنانا تھا، اس نے بنایا، ایک جیسا بنایا، ایک فطرت پر پیدا کیا۔ وہ کسی جھگی میں رہتا ہو یا ماڈل ٹاؤن لاہور کے کسی بنگلے میں یا کلفٹن کراچی کی کسی کوٹھی میں، وہ ایک جیسا ہے۔خدا کا کمال تو یہ ہے۔

ہاں بستیاں بنانا، تہذیب، تمدن، ثقافت، اس نے انسان پر چھوڑ دیا۔اور اس نے جو بنایا وہ ہمارے سامنے ہے۔اقتدارِ اعلیٰ تو خدا کی ذات سے مخصوص ہے مگر بستیوں اور آبادیوں کی ظاہری حکمرانی کی عظیم ذمہ داری اس نے حکمرانوں کو سونپی۔اس ذمہ داری میں بھی حقوق العباد سرفہرست رکھے تو پھر ہم یہ کیوں ماننے کو تیار نہیں کہ خدا سے کوئی بھول نہیں ہوئی بلکہ بقول شاعر:

اس عہد کے سلطان سے کچھ بھول ہوئی ہے

بلکہ وطن عزیز کے تو ہر عہد کے سلطان سے کوئی نہ کوئی بھول ہی ہوئی۔ایسی بھول کہ جس کا خمیازہ پوری قوم کو بھگتنا پڑا۔

حقیقت یہ ہے کہ خود تضادی معاشرتی، سماجی اور جذباتی الجھنوں کا باعث بنتی ہے۔خود تضادی کیا ہے؟ خود تضادی وہ تضاد ہے جو ''کچی آبادی'' کی اصطلاح میں پایا جاتا ہے۔یعنی کچی بھی اور آبادی بھی۔ خود تضادی یہ ہے کہ مارکس خدا اور مذہب کے وجود کا انکار بھی کرتا ہے اور پھر خدا اور مذہب کو قصوروار بھی کہتا ہے۔ جو چیز وجود ہی نہ رکھتی ہو اس سے کوئی بھی وصف کیسے وابستہ ہوسکتا ہے؟ خود تضادی یہ ہے کہ پاکستان کا مکمل نام ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' ہے اور اسے مغربی نظام جمہوریت کے ڈنڈے سے ہانکنے کی کوشش کی جاتی ہے جس سے نہ اسلامی نظام رہتا ہے نہ جمہوریت۔مغرب تو چلئے مغرب تھا ان کے پاس تو اسلام کے نام پر ایمان کی دولت نہ تھی پر پاکستان تو بنا ہی دولت ایمان کے نام پر تھا۔پاکستان کا حکمران بننے کے لئے شرط بھی یہ ہے کہ امیدوار مسلمان ہو۔سو جس دن سے پاکستان بنا اس دن سے بلکہ اس سے بہت پہلے سے اسلامی معاشیات کے اصول ہمارے علم میں تھے۔میرا مطلب ہے کہ ہمارے حکمرانوں اور قانون ساز اسمبلیوں کے علم میں تھے۔ پر ہم بیٹھی چڑیا چھوڑ کر اڑتی کے پیچھے بھاگے اور دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

اب میری ریل گاڑی گلاسگو سے بہت دور آچکی ہے۔لندن سے قریب تر ہوتی جارہی ہے۔ میرا دل ایسی خوشی سے سرشار ہے جو لاہور سے ربوہ جاتے ہوئے ہوتی تھی کیونکہ تب میرے والدین ربوہ میں رہتے تھے اب لندن میں رہتے ہیں۔گلاسگو سے لے کر اب تک کے سفر میں بہت سے شہر اور قصبے گزرے ہیں مگر ایک بھی منظر ایسا نہیں گزرا جو میری خوشی میں مخل ہو۔ ایسی بستی تو کیا ایک بھی ایسا گھر نہیں گزرا جو خطِ غربت سے کہیں زیادہ نیچے گرا ہوا ہو۔ یہی معاشی ناہمواری ہر زمانے کے مفکرین کا موضوع بحث رہی ہے۔ ان بحثوں میں بڑے بڑے مفکرین، بڑے بڑے مکتبہ ہائے فکر کے حوالے دئے جاتے ہیں۔کئی کئی دنوں پر محیط کانفرنسیں ہوتی ہیں۔آخر سب بے کار تو نہیں ہوتیں۔مگر نتیجہ خیز بھی کوئی نہیں ہوتی۔شاید اس لئے کہ ان مباحثوں میں کبھی اس عرب نژاد اُمّی کا حوالہ نہیں دیا گیا جس کی پاک زبان سے خدا نے اس مسئلے کا حل دنیا کو سمجھایا تھا۔ جو معاشی اصول ہمارے پیارے نبی حضرت محمد عربی ﷺ نے وضع فرمائے وہی اس ناہمواری کا واحد علاج ہیں مگر دنیا ابھی تک اس سے نابلد ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک نہ ایک دن تو سب کو یہ بات تسلیم کرنا ہوگی۔ بے شک بعض مجبوری کو مانیں گے اور بعض کسی یورپی یونیورسٹی کے پریس میں چھپی انگریزی زبان میں لکھی کتاب میں پڑھ کر۔مگر میری دعا ہے کہ ہم جب بھی مانیں خدا تعالیٰ ہمیں ﴿اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ کے ثواب سے محروم نہ رکھے۔آمین

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

شریف جیولرز۔ربوہ

☆ ریلوے روڈ: 0092 4524 214750
☆ اقصیٰ روڈ: 0092 4524 212515

SHARIF JEWELLERS
RABWAH - PAKISTAN

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements such as Immigration & Nationality, Conveyancing & Employment, Welfare Benefits, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings,, Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:
Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

TOWNHEAD PHARMACY

FOR ALL YOUR
PHARMAECUTICALS NEEDS

☆......☆......☆

31 Townhead Kirkintilloch
Glasgow G66 1NG
Tel: 0141-211-8257
Fax: 0141-211-8258

شمالی کوریا کا ایٹمی مخمصہ

(زبیر خلیل خان۔ جرمنی)

شمالی کوریا کا ایک بہت ہی خوبصورت شہر Yongbyon ہے۔ ملک کے بانی کم ال سنگ نے یہاں رخصت گزارنے کے لئے ایک خوبصورت بنگلہ بنا رکھا تھا جہاں سے وہ شہر کے نزدیک سے گزرنے والے دریا کے نیلگوں پانی سے اپنے دل کو لبھاتا تھا۔ ماہ دسمبر ۲۰۰۲ء کے آخر میں اس شہر کے مکینوں نے ایک منظر نامہ دیکھا۔ واضح رہے کہ شمالی کوریا کی ایٹمی پلانٹ کی عمارت بھی اسی شہر میں واقع ہے۔ اس منظر نامہ کے مطابق سو کے لگ بھگ کورین افسران اور حکومتی نمائندگان نے اقوام متحدہ کے اسلحہ انسپکٹروں کی موجودگی میں ایٹمی پلانٹ کی نگرانی پر مامور کیمروں کے عدسوں پر غلاف چڑھا دئے۔ درجنوں ایسی حفاظتی مہریں توڑ دیں جو کہ پانچ میگاواٹ کے ایٹمی ری ایکٹر کو بند کرنے کے لئے لگائی گئی تھیں اور اعلان کر دیا کہ شمالی کوریا ایٹمی ہتھیاروں میں استعمال کرنے والا مواد یعنی پلوٹونیم تیار کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے اقوام متحدہ کے اسلحہ انسپکٹروں کو فوری طور پر ملک سے چلے جانے کا حکم دے دیا۔

متذکرہ بالا کارروائی کی وجہ تسمیہ یہ بتائی گئی ہے کہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے وعدہ خلافی کرتے ہوئے شمالی کوریا کو تیل کی فراہمی بند کر دی تھی۔ جبکہ امریکی حکام کے مطابق ان کی خفیہ سروس کی رپورٹ کی رو سے شمالی کوریا نے ماہ اکتوبر ۲۰۰۲ء سے خفیہ طور پر یورینیم کی افزائش پر کام شروع کر رکھا تھا۔ اور یہ راز افشا ہو جانے پر شمالی کوریا نے اپنے اس اقدام کو تسلیم بھی کر لیا تھا۔ واضح رہے کہ افزائش زدہ یورینیم ایٹمی ہتھیاروں کی تیاری میں استعمال ہوتا ہے۔

بین الاقوامی توانائی کمیشن کے سربراہ محمد البرادی کے مطابق آئندہ آنے والے دنوں میں شمالی کوریا کی ایٹمی سرگرمیوں کے بارہ میں قانونی طور پر کسی قسم کی اطلاع نہیں مل سکے گی۔ امریکہ کے خفیہ ادارے CIA کے مطابق شمالی کوریا کے پاس اس وقت جو مواد موجود ہے اس کی مدد سے ایک یا دو ایٹم بم تیار کئے جا سکتے ہیں۔ تاہم یورینیم کی افزائش اور پلوٹونیم کی تیاری کے بارہ میں متذکرہ بالا سرگرمیاں جاری رہیں تو چند ماہ کے اندر اندر شمالی کوریا آٹھ تا دس ایٹم بم بنا سکے گا۔

اس امر کے بارہ میں ابھی تک بہرحال حتمی خبر کسی کو بھی نہیں ہے کہ آیا شمالی کوریا ایٹم بم بنا چکا ہے، یا بنانے کے بالکل قریب ہے۔ بعض تجزیہ نگاروں کے مطابق ہو سکتا ہے کہ شمالی کوریا کے پاس ایٹم بم موجود ہوں لیکن اس نے ان کا تجربہ ابھی تک نہ کیا ہو۔

شمالی کوریا کے قضیہ کو امریکی حکام کچھ زیادہ اہمیت نہیں دے رہے اور صدر امریکہ کے حالیہ بیان کے مطابق وہ اس مسئلہ کو سیاسی گفت و شنید سے حل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ دراصل امریکہ کی ساری توجہ اس وقت عراق کے مسئلہ پر ہے اور وہ اپنی توجہ کسی دوسرے مسئلہ کی طرف نہیں لے جانا چاہتے۔ اسی طرح شمالی کوریا کے مسئلہ کو وہ اتنا گھمبیر بھی نہیں بنانا چاہتے کہ ساری دنیا کی توجہ اس مسئلہ کی طرف مبذول ہو جائے۔

جہاں تک شمالی کوریا کے سربراہ کا تعلق ہے تو وہ اپنے آپ کو بین الاقوامی صورتحال سے مکمل باخبر رکھے ہوئے ہیں۔ ان کے خیال کے مطابق امریکہ اور شمالی کوریا کی جنگ ناگزیر ہے۔ شمالی کورین یونیورسٹی کے ایک پروفیسر Kim Hyun Shik کے مطابق شمالی کوریا کے صدر نے خلیج کی جنگ کا بڑے تنقیدی رنگ میں جائزہ لیا ہے اور پھر اس کی فلم بنا کر امریکی افواج کی کمزوریوں پر بہت گہرا غور خوض کیا ہے۔ شمالی کوریا کے صدر کے تجزیہ کے مطابق خلیج کی جنگ میں عراق کی شکست کی وجہ یہ تھی کہ اس نے امریکی افواج پر جو کہ سعودی عرب میں موجود تھیں کسی قسم کا جوابی حملہ نہیں کیا تھا اور نہ ہی علاقہ میں موجود تیل اور گیس کی پائپ لائن تباہ کی تھیں۔ اس فلم کو صدر کوریا نے اپنی افواج کے سربراہوں اور دیگر افسران کو کئی مرتبہ دکھلایا ہے اور اس کے مورال کو بلند کرنے کے لئے بہت سارے اقدامات بھی کئے ہیں۔

CIA کے تجزیہ کے مطابق شمالی کوریا ابھی تک ایسا ایٹمی وارہیڈ (War/ Head) نہیں بنا سکا جو کہ باآسانی میزائل کے آگے نصب ہو سکتا ہو، تاہم اگر وہ ایسا وارہیڈ بنانے میں کامیاب ہو گیا تو پھر خطرات بہت زیادہ بڑھ جائیں گے۔

اس وقت شمالی کوریا کے پاس نزدیک اور وسطی فاصلہ تک مار کرنے والے بے شمار میزائل موجود ہیں۔ علاوہ ازیں سو کے لگ بھگ Nodong میزائل موجود ہیں جو کہ جاپان کو باآسانی نشانہ بنا سکتے ہیں۔ سی آئی اے کے تجزیہ کے مطابق شمالی کوریا اپنے آپ کو ایسا ملک بنانا چاہتا ہے جو کہ امریکہ پر میزائل کے ذریعہ حملہ کر سکے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے وہ بتدریج مختلف مراحل طے کر رہا ہے۔ ۱۹۹۸ء میں شمالی کوریا نے Taepo Dong 1 راکٹ کا تجربہ کیا جو بحرالکاہل میں بہت دور تک گیا۔ اب وہ Taepo Dong 2 میزائل کی تیاری میں مصروف ہے اور اس کا ہدف امریکی ریاستیں الاسکا، ہوائی اور کیلیفورنیا ہوں گی۔ گو شمالی کوریا نے وعدہ کیا ہے کہ وہ فی الحال دور فاصلہ تک مار کرنے والے میزائلوں کا تجربہ نہیں کرے گا لیکن اگر شمالی کوریا نے ایسے تجربات شروع کر دئے تو پھر جلد ہی وہ اس قابل ہو جائے گا کہ وہ براعظم امریکہ کے مختلف حصوں پر حملہ آور ہو سکے۔

امریکی پالیسی ساز ابھی تک ایسی پالیسی بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکے جس کی رو سے وہ شمالی کوریا کے سربراہ کو اپنی من مانیوں پر عمل درآمد سے روک سکیں۔ بعض تجزیہ نگاروں کے مطابق امریکی صدر کے رویہ نے شمالی کوریا کو انگیخت کر دیا ہے اور اب وہ ہر صورت میں ایٹمی ہتھیار بنانا چاہتے ہیں۔

۱۹۹۵ء میں موجودہ صدر نے اپنے باپ کی وفات پر اقتدار سنبھالا تو کوریا کے معاشی حالات خاصے دگرگوں تھے۔ باوجود کوشش کے یہ حالات بہتر نہیں ہو سکے۔ معاشی بدحالی کی وجہ سے اب تک تقریباً دو ملین افراد موت کا شکار ہو چکے ہیں۔ عوام کی توجہ معیشت کی بدحالی سے ہٹانے کے لئے ایٹمی مخمصہ چھوڑ دیا جاتا ہے۔ صدر کے اردگرد ایسے افراد کا حصار ہے جو کہ موجودہ صدر کو شمالی کوریا کے مسیحا کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ ہر اہم جگہ پر موجودہ صدر کی تصاویر پر اس کے باپ کے ساتھ آویزاں کی گئی ہے۔ عوام کو صدر کی اصل حقیقت اور صدر کو عوام کی اصل حقیقت سے بے خبر رکھنے میں بہت سارے موقع پرست افراد پیش پیش ہیں۔

بعض تجزیہ نگاروں کے مطابق شمالی کوریا پر اقوام متحدہ کے ذریعہ پابندیاں لگا کر موجودہ حکومت کو ختم کیا جا سکتا ہے جبکہ بعض شمالی کوریا اور امریکہ کے مابین براہ راست مذاکرات کے حامی ہیں۔ ایک تیسرا گروپ بغداد کے ساتھ ساتھ شمالی کوریا کا قضیہ بھی طاقت کے ذریعہ حل کرنے کا مشورہ دیتا نظر آتا ہے۔ گہری نظر سے تجزیہ کرنے والوں کے مطابق شمالی کوریا کا ایٹمی خطرہ بغداد سے زیادہ گھمبیر ہے کیونکہ کوریا کا پروگرام بہت آگے تک جا چکا ہے اور دور فاصلہ تک مار کرنے والے میزائلوں کی ایجاد کے بعد یہ خطرہ بہت ہی زیادہ تشویشناک صورت اختیار کر لے گا۔

۱۹۹۴ء میں امریکہ نے شمالی کوریا کی ایٹمی تنصیبات تباہ کرنے کا منصوبہ بنایا تھا اور اب اندر کی خبر ہے کہ اس منصوبہ پر دوبارہ غور کیا جا رہا ہے۔ تاہم علاقہ کے تجزیہ نگاروں کے مطابق اس صورتحال میں جاپان، چین اور جنوبی کوریا کے علاقوں میں ریڈیائی اثرات کا بہت برا اثر پڑے گا۔ اور اگر شمالی کوریا نے جوابی حملہ کر دیا تو حالات مزید خراب ہو جائیں گے۔ شمالی کوریا کے دعویٰ کے مطابق اس کی دس ملین باقاعدہ فوج ہے، جو دنیا کی چوتھی بڑی فوج ہے۔ اس کے علاوہ ۴ء۷ ملین ریزرو فوجی ہیں۔ علاوہ ازیں بے شمار ایسا گولہ بارود موجود ہے جو کہ کیمیائی اور جراثیمی ہتھیار لے جا سکتے ہیں۔ لاتعداد سکڈ میزائل بھی ملک میں موجود ہیں جو کہ ہمسایہ ممالک کے لئے بہت خطرہ پیدا کر سکتے ہیں۔ جنوبی کوریا میں ۳۷ ہزار امریکی فوجیوں کو براہ راست سب سے زیادہ خطرات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ تجزیہ نگاروں کے مطابق غیر ایٹمی باقاعدہ جنگ میں دونوں اطراف سے ایک ملین کے قریب لوگ مرنے کی توقع ہے اور ایٹمی جنگ کی صورت میں یہ تعداد مزید بڑھ سکتی ہے۔

۱۹۵۰ء سے شمالی کوریا ایٹمی طاقت بننے کی کوشش میں ہے اور امریکہ اور اس کے اتحادی بھرپور کوشش کر رہے ہیں کہ وہ ایسا نہ کرے۔ اپنی سیکیورٹی اور امداد ملنے کی یقین دہانی پر وہ ایٹمی پروگرام کو روک دینے کا عندیہ دیتے ہیں لیکن امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو اس پر یقین نہیں ہے۔ اب شمالی کوریا نے NPT سے بھی علیحدگی کا اعلان کر دیا ہے۔ ماہ جنوری کے آخر میں جنوبی کوریا سے بات چیت کا امکان ہے۔ تمام صورتحال کا کیا نتیجہ نکلے گا یہ تو وقت ہی بتائے گا تاہم ایک بات واقعہ ہے کہ شمالی کوریا کے ایٹمی مخمصہ نے بین الاقوامی حالات میں ایک بھونچال سا پیدا کر دیا ہے۔

[نوٹ: اس مضمون کی تیاری میں امریکی تجزیہ نگار Romesh Ratnesar کے مضمون "How Dangerous is North Korea" جو کہ انٹرنیٹ پر دیا گیا ہے، سے مدد لی گئی ہے۔]

بقیہ: مساجد کا کردار از صفحہ نمبر ۴

اہمیت عیاں در عیاں ہوتی چلی جاتی ہے۔

آخر میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی ایک تاریخی تقریر ”سیر روحانی“ کے ان الفاظ پر ختم کرتا ہوں جس میں آپ نے شاہی دربار میں بجائے جانے والے نوبت خانوں کے مقابل پر خدائی دربار یعنی مساجد میں اذان کی آواز اور توحید کی نوبت بجانے کا ذکر کیا ہے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضورؓ فرماتے ہیں کہ:

”افسوس اس نوبت خانہ کو مسلمانوں نے آخر خاموش کر دیا۔ یہ نوبت خانہ حکومت کی آواز کی جگہ چند مرثیہ خوانوں کی آواز بن کر رہ گیا اور اس نوبت خانہ کے بجنے پر جو سپاہی جمع ہوا کرتے تھے وہ کروڑوں سے دسیوں پر آ گئے اور اُن میں سے بھی ننانوے فیصد صرف رسماً اُٹھک بیٹھک کر کے چلے جاتے ہیں۔ تب اس نوبت خانہ کی آواز کا رعب جاتا رہا۔ اسلام کا سایہ کھنچنے لگ گیا۔ خدا کی حکومت پھر آسمان پر چلی گئی اور حکومت پھر شیطان کے قبضہ میں آ گئی۔

اب خدا کی نوبت جوش میں آئی ہے۔ تم کو، ہاں تم کو، ہاں تم کو خدا تعالیٰ نے پھر اس نوبت خانہ کی مِضراب سپرد کی ہے۔ اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! ایک دفعہ پھر اس نوبت کو اس زور سے بجاؤ کہ دنیا کے کان پھٹ جائیں۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اس قرنا میں بھر دو کہ عرش کے پائے بھی لرز جائیں اور فرشتے بھی کانپ اٹھیں تا کہ تمہاری دردناک آوازیں اور تمہارے نعرہ ہائے تکبیر اور نعرہ ہائے شہادت توحید کی وجہ سے خدا تعالیٰ زمین پر آ جائے اور پھر خدا تعالیٰ کی بادشاہت اس زمین پر قائم ہو جائے۔ اسی غرض کے لئے میں نے تحریک جدید کو جاری کیا ہے اور اس غرض کے لئے میں تمہیں وقف کی تعلیم دیتا ہوں۔ سیدھے آؤ اور خدا کے سپاہیوں میں داخل ہو جاؤ۔ محمدؐ رسول اللہ کا تخت آج مسیحؑ نے چھینا ہوا ہے۔ تم نے مسیح سے چھین کر پھر وہ تخت محمدؐ رسول اللہ کو دینا ہے اور محمدؐ رسول اللہ نے وہ تخت خدا کے آگے پیش کرنا ہے اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت دنیا میں قائم ہونی ہے۔ پس میری سنو اور میری بات کے پیچھے چلو کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ خدا کہہ رہا ہے، میری آواز نہیں ہے۔ میں خدا کی آواز تم کو پہنچا رہا ہوں۔ تم میری مانو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو اور تم دنیا میں بھی عزت پاؤ اور آخرت میں بھی عزت پاؤ“۔

(سیر روحانی جلد سوم صفحہ ۲۷۹ تا ۲۸۷)

[یہ مضمون دراصل مکرم ڈاکٹر افتخار احمد ایاز صاحب سابق امیر جماعت احمدیہ برطانیہ کی اس تقریر پر مشتمل ہے جو انہوں نے جلسہ سالانہ برطانیہ ۱۹۹۹ء کے موقعہ پر یکم/ اگست کو کی تھی۔]

(تقریر جلسہ سالانہ جرمنی ۲۰۰۲ء)

خدمتِ دین کو اِک فضلِ الٰہی جانو

(حیدر علی ظفر۔ مبلغ انچارج جرمنی)

حضرت مصلح موعودؓ کا پورا شعر اس طرح ہے ۔

خدمتِ دین کو اک فضل الٰہی جانو
اِس کے بدلے میں کبھی طالب اِنعام نہ ہو

1920 میں حضرت مصلح موعودؓ نے نوجوانانِ احمدیت کے نام ایک منظوم پیغام لکھا جس میں آپؓ نے وہ تمام نصیحتیں جمع کر دیں جن پر عمل کرنا سلسلہ کی ترقی کیلئے ضروری ہے۔ ہر قوم کی زندگی اُس کے نوجوانوں سے وابستہ ہوتی ہے اور قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہوسکتی کے مدّنظر حضرت مصلح موعودؓ نے اِس نظم میں جو کہ ۔

نونہالانِ جماعت مجھے کچھ کہنا ہے

کے عُنوان سے مشہور ہے اُنھیں مخاطب کیا اور اُنھیں اپنی اصلاح اور خدمتِ دین کی ذمہّ داریوں سے آگاہ کیا اور فرمایا کہ تمھارا یہی فرض نہیں کہ اپنی اصلاح کرو بلکہ یہ بھی فرض ہے کہ اپنے بعد میں آنے والی نسلوں کی بھی اصلاح کی فکر رکھو اور اُن کو نصیحت کرو کہ وہ اگلوں کی فکر رکھیں اور اِسی طرح یہ سلسلہ ادائے امانت کا ایک نسل سے دوسری نسل کی طرف منتقل ہوتا چلا جائے۔

(خدام الاحمدیہ سے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کی تقاریر و خطبات کا مجموعہ، 'مشعلِ راہ' صفحہ نمبر۲)

مذاہب کی تاریخ پر نگاہ ڈالنے سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ خدمتِ دین ایک ایسا فریضہ ہے کہ جب تک اس کے ماننے والے اُسے ایک سعادت سمجھ کر بجا لاتے ہیں۔ اپنی جانیں اس راہ میں فدا کر دیتے ہیں۔ اپنے خون کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ اپنی عزتیں قربان کر دیتے ہیں۔ اپنے اموال لٹاتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔ ایسے مذاہب زندہ رہتے اور ترقی کرتے چلے جاتے ہیں اور اُن کے ماننے والے عظیم غلبہ کا مُنہ دیکھتے ہیں۔

بابرکت زمانہ

پس نوجوانوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ خدا تعالیٰ نے اُنہیں زرّیں موقع عطا فرمایا ہے جو صدیوں بلکہ ہزاروں سال میں بھی میسّر نہیں آتا۔ دنیا نے چھ ہزار سال تک انتظار کیا۔ پھر محمد رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے پھر تیرہ صدیاں مسلمانوں نے بھی انتظار میں گزاریں پھر محمد رسول اللہ ﷺ کے نائب، بروز اور خلیفہ حضرت مسیح موعودؑ پیدا ہوئے۔ اس زمانہ کو شیطان کی آخری جنگ کہا گیا ہے۔ گویا اس سے زیادہ نازک وقت اسلام پر کبھی نہیں آیا۔ سو اس موقعہ پر جس کو بھی دین کی خدمت کی توفیق ملے۔ وہ نہایت ہی بابرکت انسان ہے۔ پس اپنی اہمیت کو سمجھو اور خدا تعالیٰ کی اس نعمت کی قدر کرو کہ اُس نے آپ کو اِس زمانہ میں پیدا کیا اور حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت میں شامل ہونے کی توفیق دی۔

مسیحِ وقت اب دنیا میں آیا
خدا نے عہد کا دن ہے دکھایا
مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا

قُرونِ اُولیٰ میں فخرِ موجودات سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ کو یہ توفیق ملی کہ وہ خدمتِ دین بجالائیں اور اُن کی خدمتِ دین کا حلقہ اس قدر وسیع ہوا کہ آپؐ کا لایا ہوا دین دیکھتے ہی دیکھتے چار دانگ عالم میں پھیل گیا۔ پھر تابعین، تبع تابعین کو خدمتِ دین کا اعزاز ملا اور دین تیزی سے عالمِ رنگ و بو میں ہر طرف پھیلتا چلا گیا اور فی زمانہ خدمتِ دین کی توفیق حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کو حاصل ہوئی۔ جماعتِ احمدیہ کی ترقی کا ایک بڑا سبب حضرت مسیح موعودؑ کا وہ جہاد تھا جو آپؑ اسلام کی خدمت میں دن رات کر رہے تھے۔ آپ کی یہ والہانہ خدمت بڑے سے بڑے دشمن کی زبان سے بھی یہ الفاظ نکلواتی تھی کہ یہ شخص اسلام کا بے نظیر فدائی اور اس کا عاشقِ زار ہے جسے دن رات اسلام کی خدمت کے سوا کوئی خیال نہیں۔ اس حالت کو دیکھ کر سمجھ دار لوگ ایک گہرے فکر میں پڑ جاتے تھے کہ ایک طرف تو مرزا صاحب علماء کی نظر میں کافر اور بے دین ہیں اور دوسری طرف انہیں اسلام کا اس قدر درد ہے کہ بے دین کہنے والے تو پڑے سوتے ہیں مگر مرزا صاحب ہر قسم کے آرام کو اپنے اُوپر حرام کر کے اسلام کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں اس پر جو لوگ سعید الفطرت تھے وہ مجبور ہو کر آپ کی طرف کھچے آتے تھے پھر یہی نیک اثر آپؑ نے اپنی جماعت میں پیدا کیا جس کی وجہ سے آپ کا ہر متبع خدمتِ دین کا متوالا ہو رہا تھا۔ لوگ دیکھتے تھے کہ پہلے ایک انسان بے دین اور اسلامی تعلیم سے ٹھٹھا اور ہنسی کرنے والا ہوتا ہے لیکن جونہی کہ وہ آپ کی جماعت میں داخل ہوتا ہے وہ ایک دیندار، خدا سے ڈرنے والا، اسلام سے محبت کرنے والا، اسلام کی تعلیم پر دلی شوق سے عمل کرنے والا اور اسلام کی خدمت میں اپنی رُوح کی غذا پانے والا بن جاتا ہے۔ اس نظارے کو دیکھ کر ان کے دل کہتے تھے کہ یہ پاک پھل ایک گندے درخت سے پیدا نہیں ہوسکتا۔

خدمتِ دین کیلئے حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں جو جوش اور جذبہ تھا اور جس کے لئے آپ نے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔ اُس کا انداز آپ کی مُناجات سے ہوتا ہے فرمایا۔ ۔

دِن چڑھا ہے دُشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے
اے مرے سُورج نِکل باہر کہ مَیں ہوں بیقرار
دیکھ سکتا ہی نہیں مَیں ضُعفِ دِینِ مُصطفٰے
مجھ کو کر اے میرے سُلطاں کامیاب و کامگار

اسی طرح کا جوش و جذبہ اور وقف کی روح آپ اپنی جماعت میں پیدا کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:

''میں خود اس راہ کا پورا تجربہ کار ہوں اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور فیض سے میں نے اِس راحت اور لذّت سے حظ اٹھایا ہے یہی آرزو رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں زندگی وقف کرنے کیلئے اگر مر کے پھر زندہ ہوں اور مروں اور زندہ ہوں تو ہر بار میرا شوق ایک لذّت کے ساتھ بڑھتا ہی جاوے۔ پس مَیں چونکہ خود تجربہ کار ہوں اور تجربہ کر چکا ہوں اور اس وقف کے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے اگر مجھے یہ بھی کہہ دیا جاوے کہ اس وقف میں کوئی ثواب اور فائدہ نہیں ہے بلکہ تکلیف اور دُکھ ہوگا تب بھی مَیں اسلام کی خدمت سے رُک نہیں سکتا۔ اس لئے مَیں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنی جماعت کو وصیت کروں۔ اور یہ بات پہنچادوں۔ آئندہ ہر ایک کا اختیار ہے کہ وہ اسے سُنے یا نہ سُنے کہ اگر کوئی نجات چاہتا ہے اور حیاتِ طیبہ یا ابدی زندگی کا طلبگار ہے تو وہ اللہ کیلئے اپنی زندگی وقف کرے اور ہر ایک اس کوشش اور فکر میں لگ جاوے کہ وہ اس درجہ اور مرتبہ کو حاصل کرے کہ کہہ سکے کہ میری زندگی، میری موت، میری قربانیاں، میری نمازیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح اس کی رُوح بول اٹھے اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْن۔ جب تک انسان خدا میں کھویا نہیں جاتا، خدا میں ہو کر نہیں مرتا وہ نئی زندگی پا نہیں سکتا''۔ (ملفوظات جلد دوم۔ص۹۹۔۱۰۰)

اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں؛

''سو مَیں جانتا ہوں کہ اگرچہ مَیں اکیلا ہوں مگر پھر بھی اکیلا نہیں۔ وہ مولا کریم میرے ساتھ ہے اور کوئی اس سے بڑھ کر مجھ سے قریب تر نہیں۔ اسی کے فضل سے مجھے یہ عاشقانہ رُوح ملی ہے کہ دُکھ اُٹھا کر بھی اس کے دین کے لئے خدمت بجالاؤں اور درحقیقت خوش اور مبارک زندگی وہی ہے جو الٰہی دین کی خدمت اور اشاعت میں بسر ہو ورنہ اگر انسان ساری دنیا کا بھی مالک ہوجائے اور اس قدر وسعت معاش حاصل ہو کہ تمام سامان عیش کے جو دنیا میں ایک شہنشاہ کے لئے ممکن ہیں وہ سب عیش اسے حاصل ہوں، پھر بھی وہ عیش نہیں بلکہ ایک قسم عذاب کی ہے جس کی تلخیاں کبھی ساتھ ساتھ اور کبھی بعد میں کھلتی ہیں۔''

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ۳۵،۳۶)

خدّام دین کی حوصلہ افزائی اور اُن کے لیے دعا

حضرت مسیح موعودؑ کے دِل میں جہاں دین کی خدمت کے لئے بے پناہ جوش تھا وہاں پر آپ خدّامِ دین کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے تھے اور اُنکے لئے دعائیں کرتے تھے۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ بانی اخبار الحکم و صحابی حضرت مسیح موعودؑ کا بیان ہے:

''آپؑ خدمتِ دین ہی کو سب سے محبوب شئے سمجھے تھے۔ ہر خادمِ دین کے لئے آپ کے دل میں ایک جوش اور سرور ہوتا تھا۔ ایسے لوگ ہیں جو دنیاداروں کی نظر میں شاید وہ کسی احترام کے مستحق نہ سمجھے جاتے ہوں مگر حضرت ان سے وہ محبت کرتے تھے کہ امراء کو بھی رشک آتا تھا۔ منشی عبداللہ سنوری کا مقام اس لئے بلند تھا کہ وہ حضرت کے عشق میں گداز ہو کر خدمتِ دین کے لئے تیار رہتے تھے۔ ہمارے سیکھوانی بھائی مال و دولت کے لحاظ سے ممتاز نہ تھے۔ مگر وہ سلسلہ کی ہر قسم کی خدمات میں اپنے وقت میں پیش پیش تھے۔ بابو قطب الدین صاحب کوٹلہ فقیر کے رہنے والے کو شاید آج کوئی جانتا بھی نہ ہو مگر حضرت کی نظر میں وہ بہت پیارے تھے۔ اور اس کا سرّ یہی تھا کہ وہ مخلص فی الدین تھے۔'' (الحکم ۷فروری ۱۹۳۶ء بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ ۱۲؍ جون ۲۰۰۰ء)

اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے یہاں تک فرمایا ہے کہ:

''اگر کوئی تائیدِ دین کے لئے ایک لفظ نکال کر ہمیں دیدے تو ہمیں موتیوں اور اشرفیوں کی جھولی سے بھی زیادہ بیش قیمت معلوم ہوتا ہے جو شخص چاہے کہ ہم اس سے پیار کریں اور ہماری دعائیں نیازمندی اور سوز سے اسکے حق میں آسان ہوجائیں وہ ہمیں اس بات کا یقین دلاوے کہ وہ خادم دین ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے''۔ (ملفوظات جلد۳صفحہ۷)

حضرت مولانا عبدالکریمؓ صاحب سیالکوٹی کا بیان ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں ہر خادمِ دین کیلئے دعا کا بے پناہ جوش ہوتا تھا۔ چنانچہ آپ نے ایک موقع پر فرمایا:

''جو حالت میری توجہ کو جذب کرتی ہے۔ اور جسے دیکھ کر میں دعا کے لئے اپنے اندر تحریک پاتا ہوں وہ ایک ہی بات ہے کہ میں کسی شخص کو معلوم کرلوں کہ یہ خدمت دین کے سزاوار ہے۔ اور اس کا وجود خدا کے لئے، خدا کے رسول کے لئے، خدا کی کتاب کے لئے اور خدا کے بندوں کے لئے نافع ہے۔ ایسے شخص کو جو درد والم پہنچے۔ وہ درحقیقت مجھے پہنچتا ہے۔''

فرمایا: ''ہمارے دوستوں کو چاہئے کہ اپنے اپنے دلوں میں خدمت دین کی نیت باندھ لیں۔ جس رنگ اور طرز کی خدمت جس سے بن پڑے''۔ پھر فرمایا: ''میں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک قدر و منزلت اسی شخص کی ہے جو دین کا خادم اور نافع الناس ہو۔ ورنہ وہ کچھ پرواہ نہیں کرتا کہ لوگ کتوں اور بھیڑوں کی موت مرجاویں''۔ اس کے بعد حضرت مولانا عبدالکریمؓ صاحب لکھتے ہیں:

''مجھے اس پر کسی حاشیہ اور تفسیر کی ضرورت نہیں۔ حضرت کو جو چیز سب سے زیادہ محبوب تھی اور جو روح آپ اپنی جماعت میں پیدا کرنا چاہتے تھے وہ خدمتِ دین کا جوش تھا۔''

(الحکم ۷؍فروری ۱۹۳۶ء بحوالہ روزنامہ الفضل ربوہ ۱۲؍جون ۲۰۰۰ء)

خدمتِ دین کے لیے حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک

خدمتِ دین کے اس جذبہ کو جماعت میں زندہ و تابندہ رکھنے کیلئے خلفاء حضرت مسیح موعودؑ نے ہر دوَر میں کوشش کی۔ یہی وہ جذبہ تھا جو بے اختیار حضرت مصلح موعودؓ کی زبان مبارک پر یہ اشعار جاری ہوئے ۔

دوستو ہرگز نہیں یہ ناچ اور گانے کے دن
مشرق و مغرب میں ہیں یہ دیں کے پھیلانے کے دن
میرے پیارے دوستو تم دم نہ لینا جب تلک
ساری دُنیا میں نہ لہرائے لِوائے قادیاں

ایک موقع پر حضرت مصلح موعودؓ تبلیغِ اسلام اور خدمتِ دین کی اہمیّت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''تم کو، ہاں تم کو۔ ہاں تمکو، خدا تعالیٰ نے پھر

اس نوبت خانہ کی خدمت سپرد کی ہے۔اے آسمانی باد شاہت کے موسیقارو!اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو!اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! ایک دفعہ پھراس نوبت کوزور سے بجاؤ کہ دنیا کے کان پھٹ جائیں۔ایک دفعہ پھراپنے دل کے خون اس قرنا میں بھردو کہ عرش کے پاؤں بھی لرز جائیں اور فرشتے بھی کانپ اٹھیں تاتمہاری دردناک آوازیں اور تمہارے نعرۂ تکبیر،نعرۂ شہادت وتوحید سے فرشتے بھی تڑپ اٹھیں اور خدا تعالیٰ زمین پرآجائے اور پھر خدا تعالیٰ کی بادشاہت زمین پر قائم ہو جائے۔اسی غرض کے لئے میں نے تحریک جدید کو جاری کیا ہے۔اسی غرض کے لئے میں تمہیں وقف کی تعلیم دیتا ہوں۔ادھر آؤ اور خدا کے سپاہیوں میں داخل ہو جاؤ۔محمدؐرسول اللہ کا تخت آج حضرت مسیح نے چھینا ہوا ہے۔تم نے مسیح سے چھین کروہ تخت محمدؐرسول للہ کو دینا ہے اور رسول للہ نے وہ تخت خدا کے آگے پیش کرنا ہے اور خدا کی بادشاہت دُنیا میں قائم ہونی ہے۔پس میری سنو اور میری بات کے پیچھے چلو کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ خدا کہہ رہا ہے۔یہ میری آواز نہیں میں خدا کی آواز تم کو پہنچا رہا ہوں تم میری مانو خدا تمہارے ساتھ ہو۔خدا تمہارے ساتھ ہو۔خدا تمہارے ساتھ ہوتم دُنیا میں بھی عزت پاؤ اور آخرت میں بھی عزت پاؤ۔‘‘

(سیر روحانی تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۵۳ء)

حضرت مصلح موعودؓ کی یہی خواہش رہی ہے کہ احباب جماعت اور بالخصوص نوجوان خدمتِ دین کے لئے آگے آئیں۔ کیونکہ کسی قوم کی آئندہ ترقی اور کامیابی کا انحصار اُسکے نوجوانوں پر ہوتا ہے۔ اگر نوجوان قربانی اور ایثار میں نہ صرف پہلوں کی جگہ لیں بلکہ اُن سے بڑھکر ایثار اور قربانیوں کا مظاہرہ کریں تو ترقی کے دن قریب سے قریب تر ہوتے چلے جاتے ہیں ۔ ایک موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے نوجوانوں کومخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

’’ہماری آخری جنگ کے دن قریب ہیں اور اس میں ہم اس وقت تک فتح کی امید نہیں کرسکتے جب تک ہمارے نوجوان ہم سے زیادہ ایثار کا نمونہ نہ دکھائیں بلکہ ہم تب بھی فتح کی امید نہیں کرسکتے جب تک ان سے اگلی نسل بھی زیادہ ایثار کا نمونہ نہ دکھائے۔ اگر کسی قوم کی کم ازکم بارہ نسلیں حقیقی ایثار کا نمونہ نہیں دکھاتیں تو اس قوم کو حقیقی فتح حاصل نہیں ہوسکتی۔ہماری جماعت کے تو ابھی بچپن کے دن ہیں بڑھاپے کے دن تو ابھی دور ہیں۔ہمارے نوجوانوں نے ہی اسلام کے جھنڈے کو بلند رکھنا ہے۔انہیں چاہئے کہ وہ اخلاص اور ایثار میں ہم سے زیادہ ہوں۔علم دین میں ہم سے زیادہ ہوں۔عبادت کی رغبت میں ہم سے زیادہ ہوں۔ جماعت کی آئندہ ترقی کی ذمہ داری ہم پر نہیں، آپ نوجوانوں پر ہے۔اس جنگ میں فتح حاصل کرنا آپ کے ذمہ ہے۔جب تک آپ ہم سے زیادہ قربانی اور ایثار کا نمونہ نہیں دکھاتے احمدیت کو فتح حاصل نہیں ہوسکتی‘‘۔(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴؍ستمبر ۱۹۴۸ء)

نیز فرمایا:

’’زندہ قوموں کی یہ علامت ہوا کرتی ہے کہ ان کے نوجواں اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ وہ اپنے بڑوں کے قائم مقام بن جائیں۔جس قوم میں یہ خوبی موجود ہو کہ اس کے نوجوان ہمتوں والے ہوں، بلند ارادوں والے ہوں، صحیح کام کرنے والے ہوں تو وہ مرتی نہیں بلکہ بڑھتی چلی جاتی ہے اور خواہ کوئی بھی اسے مٹانا چاہے، مٹا نہیں سکتا۔ ایک دفعہ ایک عباسی بادشاہ نے اپنے دولڑکے ایک بڑے امام کے پاس پڑھنے کے لئے بٹھائے۔اس امام کا اتنا رعب تھا اور اس نے اپنی قابلیت کا اتنا سکہ بٹھایا ہوا تھا کہ ایک دن جب بادشاہ اس کی ملاقات کے لئے گیا اور امام اس کے استقبال کے لئے اٹھا تو دونوں شہزادے دوڑے کہ وہ اپنے امام کی جوتی اس کے آگے رکھیں۔ ایک کی خواہش تھی کہ میں جوتی رکھوں اور دوسرے کی خواہش تھی کہ میں جوتی رکھوں۔بادشاہ نے جب یہ نظارہ دیکھا تو کہا کہ تیرے جیسا آدمی کبھی مر نہیں سکتا یعنی جس نے اپنی روحانی اور علمی اولاد کے دل میں اتنا جوش اخلاص پیدا کر دیا ہے اور اتنی علم کی قدر پیدا کر دی ہے، اس نے کیا مرنا ہے، وہ مرے گا تو اور لوگ اس کی جگہ لے لیں گے۔غرض بے ساختہ بادشاہ کے منہ سے یہ فقرہ نکل گیا کہ ایسا آدمی مر نہیں سکتا۔‘‘

ہرفن میں مہارت

حضرت مصلح موعودؓ نے نوجوانوں کو زندگیاں وقف کرنے کے ساتھ ساتھ ہرفنّ میں مہارت حاصل کرنے اور دینی علوم کے ساتھ ساتھ دنیوی علوم میں دوسروں سے آگے بڑھنے کی توجہّ دلائی۔ کیونکہ خالص مذہب دنیا میں کبھی ہرقسم کے لوگوں مین تغیّر پیدا نہیں کرسکا یعنی یہ کبھی نہیں ہوا کہ سب لوگ تبلیغ سے ہی مان گئے ہوں۔آخر ایک وقت ضرور ایسا آتا ہے جبکہ دوسرے امور میں بھی مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔پس جب تک احمدی مخالف کے مقابلہ میں ہرقسم کے دینوی علوم نہیں سیکھیں گے اور ان علوم میں امتیازی مقام حاصل نہیں کریں گے اس وقت تک وہ اسلام احمدیت کی فوقیت کا اقرار نہیں کریں گے اس موقع پر حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ کا وہ واقعہ یاد آتا ہے کہ آپ ایک مباحثہ میں گے وہاں لوگوں نے تمسخر اور استہزاء شروع کر دیا۔ آخر مولوی صاحب کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا ہنسی اور ٹھٹھے کی کیا ضرورت ہے۔تمہارا مولوی اگر قرآن کے علم میں مقابلہ کرنا چاہتا ہے تو کرلے۔ حدیث میں مقابلہ کرنا چاہتا ہے تو کرلے۔فقہ میں مقابلہ کرنا چاہے تو کرلے۔عربی فارسی اور اردو کی تقریر میں مقابلہ کرنا چاہے تو کرلے اور اگر شعر اور ڈھولے بولنا چاہے تو بولے اور اگر اسے اپنی طاقت پر ناز ہے تو میرے ساتھ بینی پکڑلے۔اس پر وہ سب خاموش ہوگئے۔

اب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ارشاد پڑھتا ہوں۔فرمایا:

’’دنیا میں اعداد وشمار کا مقابلہ ذہانت ہی کرسکتی ہے۔اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ کئی گروہ ایسے ہوتے ہیں جن کی تعداد تھوڑی ہوتی ہے لیکن بوجہ ہمت اور ذہانت کے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کثیر التعداد گروہوں پر غالب آجاتے ہیں اگر ہمارے نوجوان اچھی طرح محنت کریں اور کوشش کر کے اعلیٰ قابلیتیں پیدا کریں۔تو ہم تھوڑے ہوکر بھی کامیاب ہوسکتے ہیں۔پس ہماری کامیابی ہمارے طالب علموں کے ہاتھ میں ہے ہمارے نوجوان اگر اعلےٰ قابلیتیں پیدا کرلیں تو دنیا کے اعداد وشمار ہمارے راستے میں روک نہیں بن سکتے۔ کیونکہ لوگ جب یہ دیکھیں گے۔ کہ دنیا کا سب سے بڑا سائنسدان بھی احمدی ہے دنیا کا سب سے بڑا محقق بھی احمدی ہے۔دنیا کا سب سے بڑا ڈاکٹر بھی احمدی ہے دنیا کا سب سے بڑا بیرسٹر بھی احمدی ہے دنیا کا سب سے بڑا صنّاع بھی احمدی ہے تو وہ احمدیت کی طرف توجہ کئے بغیر نہیں رہ سکتے اس چیز کو مدّنظر رکھتے ہوئے ہر احمدی کو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ چوٹی کا آدمی بنے۔فارسی کا ایک مقولہ ہے! کسبِ کمال کُن کہ عزیزِ جہاں شوی۔اگر ہمارے نوجوان ہرفن میں کمال پیدا کرلیں تو ترقی کرنا بہت آسان ہو جائے۔ کیونکہ ایسی صورت میں ہمارا مبلّغ جہاں بھی تبلیغ کررہا ہوگا وہاں یہ بات اس کی مدد کررہی ہوگی کہ یہ اس قوم کا مبلّغ ہے جس میں ایسے ایسے اعلیٰ پایہ کے انسان پائے جاتے ہیں۔ جب کوئی قوم قابلیت اور لیاقت میں بڑھ جاتی ہے تو اس کے ہر فرد کی قیمت بڑھ جاتی ہے اور اس کی بات توجہ سے سُنی جاتی ہے۔پس ہمارے نوجوانوں کو زندگیاں سدھارنے کی کوشش کرنی چاہئے کہ مَیں نے فلاں فن میں چوٹی کا آدمی بننا ہے یا اسی کوشش میں فنا ہو جانا ہے۔

(فرمودہ ۲۹؍مئی ۱۹۴۶ء الفضل ۲۴؍ستمبر ۱۹۶۰ء)

وقت کی قربانی

دُنیا کے تمام علوم وفنون میں مہارت حاصل کرنے کے عزم کے ساتھ ساتھ ہمارے نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ دُنیا کے تیزی سے بدلتے ہوئے حالات میں اور جماعت کے حق میں خدا تعالیٰ کے بے شمار فضل اور تائیدی نشانوں کے نزول کے وقت اپنی رفتار کو تیز سے تیز تر کردیں اور اپنے پیارے امام ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف نگاہ کریں۔آپ کے قدم کے ساتھ قدم ملا کر آپ کے شانہ بہ شانہ آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔دین کی خدمت کے لئے اُنہیں اپنی پوری صلاحیتوں اور اِستعدادوں کو اس راہ میں لگانا چاہیے اور وقت کی قربانی دینی چاہئے اور اپنی استطاعت کے مطابق اپنے آپ کو خدمت کیلئے پیش کرنا چاہیے خدارا یہ عذر کبھی نہ کریں کہ مصروفیت بہت ہے۔وقت ملتا ہی نہیں۔وقت آخر کہاں سے لایا جائے گا۔وقت تو یہی چوبیس گھنٹے ہے جو دن رات میں ہمیں میسّر ہے۔ہمیں یہ جائزہ لینا ہوگا کہ ہم 24 گھنٹے کیسے گزارتے ہیں۔ ہرروز کتنا وقت غیر تعمیری مصروفیات میں گزارتے ہیں اور جائزہ لیں کہ آیا اس سے کچھ وقت بچا کر ہم خدمتِ دین کیلئے دے سکتے ہیں۔ قرآن شریف کے شروع میں ہی اللہ تعالےٰ نے متّقیوں کی جو علامات بیان فرمائی ہیں اُن میں ایمان بالغیب اور نماز کی ادائیگی کے بعد فرمایا ہے کہ جو کچھ بھی اللہ تعالےٰ کی عطایا ہیں مومن ان میں سے اللہ کی خوشنودی کیلئے خرچ کرتے ہیں۔اگر ہم غور کریں تو ہماری صحتیں، ہمارے اوقات، ہمارے اموال الغرض جو کچھ بھی ہے اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔کیا خوب فرمایا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے:

’’سب کچھ تری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے‘‘۔

جماعتی کاموں کی اہمیت اور عظمت

حضرت مصلح موعودؓ جماعتی کاموں کی عظمت و اہمیّت کا احساس دلاتے ہوئے اور اُن میں حصّہ لینے کی ترغیب دلاتے ہوئے اور جماعتی کاموں کی پرواہ نہ کرنے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’وہ دن آنے والا ہے جب احمدیت کے کاموں میں حصہ لینے والے بڑی بڑی عزتیں پائیں گے لیکن ان لوگوں کی اولادوں کو جو اس وقت جماعتی کاموں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے دھتکار دیا جائے گا۔ جب انگلستان اور امریکہ ایسی بڑی بڑی حکومتیں مشورہ کے لئے اپنے نمائندے بھیجیں گی اور وہ اسے اپنے لئے موجب عزت خیال کریں گے اس وقت ان لوگوں کی اولاد کہے گی ہمیں بھی مشورہ میں شریک کرو لیکن کہنے والا انہیں کہے گا جاؤ تمہارے باپ دادوں نے اس مشورہ کو اپنے وقت میں رد کر دیا تھا اور جماعتی کاموں کی انہوں نے پرواہ نہیں کی تھی اس لئے تمہیں بھی اب اس مشورہ میں شریک نہیں کیا جاسکتا۔پس اس غفلت کو دور کرو اور اپنے اندر یہ احساس پیدا کرو کہ جو شخص سلسلہ کی کسی میٹنگ میں شامل ہوتا ہے اس پر اس قدر انعام ہوتا ہے کہ امریکہ کی کونسل کی ممبری بھی اس کے سامنے ہیچ ہے اور اسے سوحرج کر کے بھی اس میٹنگ میں شامل ہونا چاہئے۔اگر وہ اس میٹنگ میں شامل نہیں ہوتا تو اس کی غیر حاضری کی وجہ سے سلسلہ کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن وہ خود الٰہی انعامات سے محروم ہو جائے گا۔‘‘

(رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۵۶ء صفحہ ۲۴)

طوعی قربانیاں

احباب جماعت! پس جہاں تک بس چلے اپنے کاموں کا حرج کر کے بھی جماعت کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیں اور اللہ تعالےٰ پر توکل رکھیں اور ہمیشہ اسلام احمدیت کے مقاصد حاصل کرنے اور دین کے پھیلانے کے لئے قربانیاں کرتے چلے جائیں مگر یادرکھیں کہ قومی ترقی میں سب سے بڑی روک یہ ہوتی کہ بعض دفعہ افراد کے دلوں میں روپیہ کا لالچ پیدا ہو جاتا ہے اور اس کے نتیجہ میں وہ طوعی قربانیوں سے محروم ہوجاتے ہیں، اس لئے ہمیشہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں۔ اللہ تعالےٰ غیب سے آپ کی مدد فرمائے گا اور آپ کی مشکلات کو دور کردے گا جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔

﴿وَمَن يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَن يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ (سورۃ الطّلاق آیت ۳تا۴)

اور جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اُس کیلئے کوئی نہ کوئی رستہ نکال دے گا اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں سے رزق آنے کا اُسے خیال بھی نہیں ہوگا اور جو کوئی اللہ پر توکل کرتا ہے وہ (اللہ) اس کے لئے کافی ہے۔

ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ سورۃ جمعہ کے مطابق امّتی نبی ہیں اور یقیناً یہی دعویٰ ہے۔ حضرت محمد رسول ﷺ نے جو کام کئے وہی کام مسیح موعودؑ کے بھی سپرد ہیں اور جو کام صحابہ نے کئے وہی کام جماعت احمدیہ کے ذمّہ ہیں۔صحابہؓ کو ہر سال چار چار پانچ پانچ لڑائیاں لڑنی پڑتی تھیں اور بعض لڑائیوں میں مہینہ ڈیڑھ مہینہ صرف ہو جاتا تھا۔گویا بعض سالوں میں انہیں آٹھ آٹھ نونو مہینے گھروں سے

باہر رہنا پڑا ہے۔ پھر انہیں کوئی گذارہ نہیں ملتا تھا، دال روٹی اور نمک کے لئے بھی پیسہ تک نہیں ملتا تھا۔ بیوی کا کام تھا کہ وہ بعد میں اپنی روزی آپ کمائے اور جانے والوں کا فرض تھا کہ وہ اپنے خرچ پر جائیں۔ حتیٰ کہ لڑائی پر جانے والوں کو راشن تک نہیں ملتا تھا۔ بلکہ ہر شخص کا فرض ہوتا تھا کہ اپنی روٹی کا آپ انتظام کرے،، (مشعل راہ صفحہ ۲۲۸)

پس اخلاص کے ساتھ دین کی خدمت بجالاؤ اور لالچ اور حرص کو کبھی اپنے قریب بھی مت آنے دو اور ہمیشہ اسلام احمدیت کو پھیلانے کی جدوجہد کرتے رہو تاکہ دنیا میں توحید کا بول بالا ہو محمد رسول ﷺ کا جھنڈا تمام جہانوں میں لہرانے لگے۔

حضرت مصلح موعودؓ کا فرمان:

خدمتِ دین کو اِک فضلِ الٰہی جانو
اِس کے بدلے میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو

اپنے اندر بے شمار مطالب لئے ہوئے ہے۔

جس بات کو اب میں واضح کرنے کی کوشش کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمیں کبھی بھی خدمتِ دین کر کے اس پر اترانا نہیں چاہیئے۔ یہ خدا کا فضل ہوتا ہے کہ وہ کسی کو خدمتِ دین کی توفیق دے۔ نہ کہ بندہ کا احسان کہ وہ خدمتِ دین کرتا ہے۔ اور یہ تو حد درجہ کی بیوقوفی ہے کہ خدمتِ دین کر کے کسی بندہ پر احسان رکھے یا اس سے کسی خاص سلوک کی اُمید رکھے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو مومنوں کیلئے کامل نمونہ قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا۔ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾۔ (الاحزاب آیت ۲۲)

یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے۔

آنحضرت ﷺ کی پاک زندگی پر نگاہ دوڑائیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کیسی بے غرضی کے ساتھ خدمتِ دین کی۔ کوئی ذاتی فائدہ، کوئی لالچ، کوئی خودغرضی اس خدمت کو داغدار نہ کر سکی۔ یتیموں کی مدد کی تو بغیر کسی لالچ کے۔ بیواؤں کی کفالت کی تو کوئی ذاتی مقصد اس میں نہ تھا۔ مصیبت زدہ لوگوں کی امداد کی تو اس حد تک کہ اپنی جان کو مصیبت میں ڈال لیا لیکن کسی قیمت پر بھی خدمت خلق اور خدمتِ دین سے ہاتھ نہ کھینچا۔ دین کی سربلندی کیلئے ہمارے پیارے آقا ﷺ کا طائف کی طرف کیا جانے والا سفر آپ کی عظیم جدوجہد کی ایک روشن مثال تھا۔ طائف کے راستوں میں بہنے والا آپ کا خون، اُحد کی وادی میں کھائے جانے والے آپ کے زخم اور مکہ کی گلیوں میں آپ پر اور آپ کے ماننے والوں پر توڑے جانے والے مظالم دین کی خاطر ہی تو تھے۔ تمام عمر خدمتِ دین میں گزار دی لیکن ایک لمحہ کیلئے بھی اس خدمت کے انعام کی طلب آپ کے دل میں پیدا نہ ہوئی۔ یہ ہے وہ عظیم اسوۂ حسنہ جو دراصل دین کی ترقی اور بقا کے لئے ضروری ہے۔ یہ تھا وہ عظیم راز جس کی وجہ سے اسلام اپنے دورِ اول میں پوری شان و شوکت کے ساتھ تمام دیگر طاقتوں پر غالب آگیا تھا۔ آج اس دور میں جو حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے ماننے والوں کا دور ہے اس میں بھی ان مثالوں اور ان نمونوں کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔

یہ تھا ہادیٔ کامل حضرت محمد ﷺ کا پاک نمونہ جس کی پیروی کرنا نہ صرف ہمارے لئے ضروری بلکہ فرض ہے کیونکہ اُس کے بغیر ہم خدا تعالیٰ کے محبوب اور پیارے نہیں بن سکتے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾

(آل عمران آیت نمبر ۳۲)

تو کہہ دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

(باقی آئندہ شمارہ میں)

محترم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب

(جماعت احمدیہ امریکہ کے عظیم امیر کی یاد میں)

(سید ساجد احمد۔ امریکہ)

بڑے لوگوں کے بارے میں پڑھنے، سننے اور دور سے دیکھنے سے ان کے بہت سے کارناموں اور اوصاف سے آگاہی تو ہو جاتی ہے، لیکن ان کی شخصیت کا وہ ادراک نہیں ہوتا جو ان کے ساتھ واسطہ پڑنے سے ہوتا ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد بھی ایک ایسی ہی شخصیت تھے۔ گو وہ دنیاوی لحاظ سے بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے اور دینی لحاظ سے بھی ان کا مذہبی دنیا کے ایک مقتدر خاندان سے تعلق تھا۔ اُن کے والد ایک ایسے شخص کے بیٹے تھے، جسے نہ صرف خداوند عظیم کے الہام سے مشرف ہونے کا دعویٰ تھا، بلکہ اس نے اپنے زورِ قلم سے مذہبی دنیا کا نقشہ ہی بدل دیا تھا۔ باوجود ان سب فضیلتوں کے وہ ہر کس و ناکس سے ہمدردی اور پیار سے ملتے اور پوری توجہ سے بات سنتے گویا کہ اس وقت اس گفتگو سے زیادہ اہم کوئی اور معاملہ ہی نہ ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے امریکہ کے دوروں کے دوران میں دارالحکومت میں انہی کی رہائش گاہ پر فروکش ہوتے رہے۔ ان میں ملنے کے لئے کیا امیر کیا غریب، کیا ادنیٰ، کیا اعلیٰ ایک جم غفیر جمع ہو جاتا۔ لیکن ان کے گھر کے دروازے کشادہ رہتے اور ہر کسی کی آؤ بھگت اور خوش آمدید ہوتی۔ اس لحاظ سے ان کا نمونہ دنیا کے دوسرے بڑے لوگوں سے مختلف تھا، جن کے گھروں میں بڑوں کے تو بہت چکر لگتے ہیں اور جن کے دروازے بس بڑوں کے لئے کھلتے ہیں۔

میرا صاحبزادہ ایم ایم احمد سے غائبانہ تعارف اسی وقت سے ہو گیا تھا جب میں نے بچپن میں اخبار پڑھنا شروع کیا تھا، اور میرے والد سید سجاد حیدر مرحوم نے مجھے بتایا تھا کہ وہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب قمر الانبیاء رضی اللہ عنہ کے ہونہار اور قابل بیٹے ہیں۔ کیونکہ ان کا اخبارات میں اکثر ذکر آتا رہتا تھا۔

صاحبزادہ مرحوم پاکستان کی انتظامیہ میں بڑے بڑے اہم عہدوں پر فائز رہے اور کام کو ایسی ذمہ داری اور غیر جانبداری سے ادا کیا کہ انہیں ایک موقع پر قائمقام صدر کے مقام پر بھی اعتماد اور فخر کے ساتھ فائز کیا گیا۔ باوجود مولویوں کی مسلسل مخالفانہ کوششوں کے نہ صرف وہ آگے ہی آگے بڑھتے رہے بلکہ بدلتی ہوئی حکومتوں اور ایک دوسرے کے شدید معاند حکمرانوں کے باوجود ان کی حیثیت کا نہ بدلنا، ان کی ملک کے لئے ضرورت اور ان کی خداداد قابلیت کی بڑی واضح دلیل ہے۔

پاکستان میں ایک دفعہ جب انہوں نے پانچ سالہ اقتصادی منصوبہ ریڈیو پر سارے ملک کے سامنے پیش کیا تو میں نے بھی چھوٹی عمر کے باوجود اپنے والد کے ہمراہ بڑے شوق سے سنا۔ ان کی آواز میں ان کے والد محترم کی آواز کا رعب، جلال اور دبدبہ تھا۔ اور وہی کھنک تھی جو اس آواز کے پیچھے پوشیدہ عزم اور اعتماد کے اثر کی مہر سامعین کے دلوں پر ثبت کر دیتی تھی۔ ان کی ریڈیو پر ان تقریروں سے ان کے والد محترم کی مرکزی سالانہ جلسوں پر پُرشکوہ تقریروں کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ ان کی زبان اور آواز کا یہ طرز ان کی زندگی کے آخری دنوں تک قائم رہا اور ان کے سلسلہ احمدیہ کی حقیقت پر یقین اور ایمان کا آئینہ دار رہا۔

افسوس کہ پاکستان کے حکمران، کم فہم مُلّانوں کے زیر اثر احمدی ملازمین اور عہدہ داروں کے علم و فہم اور خداداد انتظامی قابلیتوں اور صلاحیتوں سے جن کی ضرورت تب بھی تھی اور اب بھی ہے، ملک کو مسلسل محروم کرتے چلے آرہے ہیں اور اس ہمت اور جرأت کو اپنے دلوں میں جِلا نہیں دے سکے جو اتنے بڑے ملکوں کو دنیا بھر میں بین الاقوامی قیادت اور سیادت کے مرتبہ پر لانے کے لئے ضروری ہوتی ہے۔

ابھی مجھے امریکہ نقل مکانی کئے چند مہینے بھی نہیں گزرے تھے کہ فروری ۱۹۷۸ء میں میں نے ایک خواب میں دیکھا کہ صاحبزادہ مرزا مظفر احمد مرحوم نے مجھے ایک خوبصورت اور قیمتی قلم عطا فرمایا ہے۔ اس وقت ان کی عمر ۶۵ سال تھی۔ نہ ہی میرا ان سے کوئی رابطہ تھا، میں فزکس پڑھا ہوا تھا اور وہ اقتصادیات اور انتظامیہ کے ماہر تھے، میں نوجوان تھا وہ بڑی عمر کے تھے۔ نہ ہی میرے پاس کوئی ایسی دینی یا دنیوی ذمہ داری تھی، جس کا ان سے کچھ تعلق ہوتا۔ کوئی ایسی صورت سامنے نہ تھی جو اس خواب کے پورا ہونے کا سبب بن سکتی۔ میں نے اس خواب کو اپنی ڈائری میں لکھا اور تھوڑے عرصہ بعد یہ خواب گو ڈائری میں محفوظ ہو گیا لیکن میرے ذہن سے محو ہو گیا۔

ان کی وفات سے کچھ عرصہ ہی پہلے میں نے اپنی پرانی ڈائریاں جمع کیں تو ان کے اوراق پر اتفاقاً نظر ڈالتے ہوئے اس خواب پر نظر پڑی تو دل خداوند باری کی حمد و ثنا سے لبریز ہو گیا، ان کے لئے دل سے بہت دعائیں نکلیں اور شکر الٰہی کے طور پر اس ضمن میں ان کی خدمت میں بھی ایک عریضہ خواب کے ساتھ دعا کے لئے ارسال کیا۔ یہ خواب بفضل خدا ان کی زندگی میں ہی کئی رنگ میں کئی بار پوری ہوئی۔

ان سے میرا پہلا رابطہ اس وقت ہوا جب مجھے واشنگٹن میں بطور نیشنل قائد خدام الاحمدیہ مجلس عاملہ کا اجلاس منعقد کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ یہ اجلاس آپ ہی کے گھر میں منعقد ہوا۔

نیشنل قائد کے عہدے کی صدر ملک میں تبدیلی کے بعد آپ جماعتہائے احمدیہ امریکہ کے امیر مقرر ہوئے اور مجھے ۱۹۸۹ء تک آپ کے ساتھ بطور صدر خدام الاحمدیہ امریکہ خدمتِ دین کا موقع میسر آیا۔ عجیب بات ہے کہ صاحبزادہ صاحب کی امارت کے دور میں جماعت امریکہ نے اموال میں جو برکت دیکھی اس میں بفضلِ خدا مجلس خدام الاحمدیہ نے بھی حصہ پایا او رخدام امریکہ کا مالی بجٹ بھی انہی ایام میں منفی سے مثبت اثاثوں کی برکتیں دیکھنے لگا۔ خدام الاحمدیہ کے کاموں میں مجھے ان کی پوری مدد اور ہمدردی حاصل رہی۔

صاحبزادہ صاحب کے دور امارت میں ہی مجھے کئی سال تک انصار اللہ امریکہ کے ترجمان رسالہ ''النحل'' کی ادارت میں قلمی معاونت کرنے کا موقع ملا۔ یہ رسالہ بفضلِ خدا ناظرین میں بے حد مقبول ہوا۔ انہی کے دورِ امارت میں مجھے مجلس انصار اللہ امریکہ کے شعبۂ اشاعت کا قلمدان بھی دیا گیا۔ پھر انہی کے ارشاد اور رہنمائی میں امریکہ میں مجلس انصار اللہ کی کارکردگیوں کی رپورٹیں لکھنے کا بھی موقع بفضل خدا میسر آیا۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ امریکہ کی ذیلی تنظیموں کے کام کی بیرونی ممالک میں اشاعت ہو بلکہ امریکی جماعتی تنظیموں کا دوسرے ممالک کی جماعتی تنظیموں سے تعاون اور دوستی کا رابطہ قائم ہو۔

۱۹۹۸ء میں انہوں نے کمال مہربانی سے مسلم سن رائز کی ادارت کا قلم عطا کیا۔ جسے ۱۹۲۱ء میں امریکہ میں سب سے پہلے مبلغ اسلام حضرت مفتی محمد صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلائے کلمۂ اسلام کے لئے شائع کرنا شروع کیا تھا۔ اور اس بات کی ہدایت دی کہ اس میں سلسلہ عالیہ پر اعتراضات کے جوابات باقاعدگی سے شائع ہوں۔ انہیں اس امر کا پوری طرح احساس تھا کہ آج کے بچوں نے کل قومی خدمت کا بوجھ اٹھانا ہے۔ اور انہیں اس ذمہ داری کے ادا کرنے کو تیار کرنے کے لئے ان کی مناسب تعلیم و تربیت ضروری ہے۔ چنانچہ وہ اکثر اپنی تقریروں میں اس بات کا ذکر فرماتے اور بچوں کی تعلیم و تربیت کی ضرورت و اہمیت اپنے دل نشین انداز میں سمجھاتے۔ اسی لئے جب میں نے ان کی خدمت میں بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک رسالہ جاری کرنے کی تجویز پیش کی تو انہوں نے نہ صرف میری تجویز سے پورا اتفاق کیا بلکہ اس کی افادیت اور مقبولیت بڑھانے کے لئے کئی قابلِ عمل اور مفید مشورے دیئے۔ اور خدام اور

باقی صفحہ نمبر ۱۶ پر ملاحظہ فرمائیں

For any Business/Commercial Requirments
Complete Financial Packages Can Be Arranged
Contact:
Iqbal Ahmad BA AIB MIAP
Former Bank Executive Vice President/General Manager UK
Tel. & Fax: 020 8874 2233 + Mobile: 07957-260666
www.commloans.co.uk --- e-mail: comm.it@virgin.net
NACFB Member of the National Association of Commercial Finance Brokers

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEERPARK ROAD, LONDON SW19 3TL U.K.

"الفضل ڈائجسٹ" کی ویب سائٹ میں نئے مضامین شامل کئے جارہے ہیں۔اس کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

محترم چودھری محمد اسحاق صاحب سابق مبلغ چین وہانگ کانگ

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۲/جولائی ۲۰۰۲ء میں محترم چودھری محمد اسحاق صاحب سابق مبلغ چین وہانگ کانگ کے خودنوشت حالات زندگی شائع ہوئے ہیں۔ آپکی وفات یکم دسمبر ۲۰۰۲ء کو لاہور میں ہوئی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین ہوئی۔

آپ ۳۱/جولائی ۱۹۱۵ء کو ضلع سیالکوٹ کے گاؤں منگولے کے زمیندار خاندان میں پیدا ہوئے۔ گاؤں کے امریکن سکول سے چوتھی اور پھر احمدیہ مڈل سکول گھٹیالیاں سے مڈل کیا۔ میٹرک تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے کیا۔ جس کے بعد دمہ کی تکلیف کے باعث مزید تعلیم کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ تاہم اپنے گاؤں میں رہتے ہوئے، بیماری کے دوران ہی، حضرت مصلح موعودؓ کا "وقف زندگی کی تحریک" سے متعلق خطبہ پڑھ کر آپ نے اپنی زندگی وقف کردی اور اپنے خط کے آخر میں آپ نے لکھا: "کاش مَیں قادیان میں ہوتا تو وقف کرنے میں سابقون میں سے ہوتا"۔ حضورؓ نے جواباً تحریر فرمایا: "وہ لوگ جو قادیان سے باہر ہیں، میری آواز پر فوراً بول پڑے، اُن کے برابر ہیں جو قادیان میں ہیں اور فوراً آگے آئے"۔

۱۹۳۵ء کے اوائل میں آپ کا انٹرویو ہوا اور بطور انگریزی دان مربی آپ کو منتخب کرلیا گیا۔ ۲۷/ستمبر ۱۹۳۷ء کو آپ ہانگ کانگ اور چین جانے کے لئے قادیان سے روانہ ہوئے تو حضورؓ نے ریلوے اسٹیشن پر تشریف لاکر آپ کو رخصت فرمایا۔ روانگی سے ایک روز قبل ایک خط میں حضورؓ نے آپ کو جو نصائح کیں، اُن میں فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی محبت سب اصول سے بڑا اصل ہے، اس میں سب خیر اور سب برکت جمع ہے۔ جو سچی محبت اللہ تعالیٰ کی پیدا کرے وہ کبھی ناکام نہیں ہوتا، کبھی ٹھوکر نہیں کھاتا......"

آپ نے ہانگ کانگ اور چین میں ساڑھے تین سال تک خدمت کی توفیق پائی۔ چینی اور انگریزی زبانوں میں کئی کتابچے اور پمفلٹ شائع کئے۔ ایک کثیرالاشاعت اخبار نے آپ کا تفصیلی انٹرویو بھی شائع کیا۔ کتب کی اشاعت میں محترم سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب نے بہت مدد کی۔ مرکز کی طرف سے آپ کو صرف ۳۵/روپے ماہوار ملتے تھے اور حکم تھا کہ خود کماکر اخراجات پورے کریں جبکہ آپ کے مکان کا کرایہ ہی ایک سو ڈالر تھا اور آپ کو صرف زمینداری کا کام آتا تھا۔ آپ نے ایک سکول میں داخلہ لے لیا تاکہ تجارتی اصولوں سے کچھ شدھ بدھ ہوجائے۔ سکول میں بمبئی کے ایک طالبعلم کاؤس جی سے آپ کی دوستی ہوگئی جو کروڑپتی باپ کے بیٹے تھے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد اُن کے اصرار پر آپ نے اُن کے کاروبار کا حساب کتاب رکھنا شروع کیا اور اُنہوں نے ازخود اپنی تجارت میں آپ کو حصہ دار بناکر منافع میں سے معقول رقم دینا شروع کردی جس کے بعد آپ کو مالی مشکلات سے نجات مل گئی۔ کاؤس جی کو اردو، انگریزی اور چینی زبانوں پر عبور تھا اور اُن کی ترجمانی کی مدد سے آپ چینیوں کے ساتھ تبلیغی نشستیں کیا کرتے تھے۔ جب جنگ کے نتیجہ میں ہانگ کانگ کو جاپانیوں نے تباہ کردیا تو کاؤس جی کبھی پاپیادہ اور کبھی کسی سواری پر سوار ہوکر مغربی چین اور تبت کے راستے ہندوستان پہنچے اور پھر بمبئی میں دو سو روپیہ ماہوار پر ملازمت کرنے پر مجبور ہوگئے۔

ہانگ کانگ میں مقیم کئی چینیوں اور دیگر اقوام سے تعلق رکھنے والوں نے آپ کی دعوت الی اللہ کو قبول کیا۔ اسی طرح چک سکندر کے ایک نوجوان جمال دین صاحب بھی احمدی ہوگئے جو فوج میں ملازم ہوکر ہانگ کانگ گئے تھے۔ جب فوج میں کئی افراد احمدی ہونے لگے اور کچھ مزید احمدی ہندوستان سے بھی آگئے تو مخالفت بھی شدید ہونے لگی۔

آپ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار جب مَیں دورہ سے واپس آیا تو علم ہوا کہ فوج کے تمام احمدیوں کو فارغ کرکے ہندوستان بھجوادیا گیا ہے۔ مَیں نے جاکر جرنیل سے بات کی کہ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ اُس نے کہا کہ شدید اختلافات کے ہوتے ہوئے ہم جاپانیوں کے حملہ کا مقابلہ کیسے کرسکتے تھے۔ اس پر آپ نے جوش سے کہا کہ جب حملہ ہوگا تو احمدیوں پر ظلم کی پاداش میں تم تین دن بھی مقابلہ نہیں کرسکوگے۔ اُسی رات آپ کو بھی گرفتار کرکے بحری جہاز کے ذریعہ واپس بھیج دیا گیا۔ دس دن بعد جب آپ قادیان پہنچے تو معلوم ہوا کہ جاپانیوں نے ہانگ کانگ کو تباہ کردیا ہے اور انگریزوں نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ چند دن بعد پولیس نے آپ کو گرفتار کرکے سیالکوٹ جیل میں منتقل کردیا۔

جیل میں صبح کے وقت ایک سپاہی پیغام لایا کہ اسسٹنٹ صاحب آپ کو بلا رہے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ مجھے اُن سے کوئی کام نہیں ہے، اُنہیں کوئی کام ہے تو خود تشریف لائیں۔ چنانچہ اسسٹنٹ صاحب فوراً ہی تشریف لے آئے اور فرمایا کہ آپ کے ریکارڈ میں لکھا ہے کہ آپ احمدی ہیں اور اس لئے مَیں نے ناشتہ تیار کراکے میز پر لگوادیا ہے۔ ...... یہ مکرم چودھری غلام مرتضیٰ صاحب تھے جو بیرسٹری کرنے کے بعد سیالکوٹ جیل میں اسسٹنٹ کے عہدہ پر ملازم ہوئے۔ بعد میں انہوں نے زندگی وقف کردی اور لمبا عرصہ تحریک جدید میں خدمت کی توفیق پائی۔

ایک ہفتہ جیل میں رکھنے کے بعد آپ کو اپنے گاؤں میں رہنے کا پابند کرکے رہا کردیا گیا۔ اس دوران آپ نے اپنی زمینداری کے کام پر بھرپور توجہ دی۔ ۱۰/اکتوبر ۱۹۴۵ء کو یہ پابندی ختم ہوئی اور حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو بطور مربی بمبئی بھیج دیا۔ تقسیم ملک کے وقت آپ نے قادیان میں رہنے کے لئے اپنا نام پیش کیا تھا لیکن حضورؓ نے آپ کو پاکستان بلالیا جہاں آپ نے تحریک جدید میں بطور سپرنٹنڈنٹ کام کیا۔ شروع میں کسمپرسی کا یہ عالم تھا کہ کارکنان کو سردیوں میں بھی گرم بستر میسر نہ تھے۔ حضورؓ نے آپ کی یہ درخواست منظور فرمائی کہ آپ اپنے والد صاحب کے توسط سے اپنے علاقہ سے گرم بستر جمع کرکے جماعتی نظام کے ذریعہ تقسیم کرادیں۔ چنانچہ آپ نے دوسو بستر فراہم کئے۔

۱۹۵۴ء میں جب کنری میں جماعت کی زمین پر مخالفین نے ناجائز قبضہ کرلیا تو حضورؓ کے ارشاد پر آپ نے زمین کو بازیاب کروایا۔ پھر آپ کو ارشاد ہوا کہ وہ کراچی جاکر اُس مشینری کی فروخت کا انتظام کریں جو تیل کی فیکٹری لگانے کے لئے ایک لاکھ روپیہ میں منگوائی گئی تھی اور اب فیکٹری لگانے کا منصوبہ ختم ہونے کے بعد بیکار پڑی تھی۔ آپ نے اس مشینری کو سوالاکھ روپیہ میں فروخت کردیا جس پر آپ کو نقد انعام دیا گیا۔

آپ کو بطور آڈیٹر بھی کئی نظارتوں میں خدمت کی توفیق ملی۔ ۱۹۶۳ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد آپ نے ربوہ کے نواح میں زرعی اراضی خرید کر زمینداری شروع کردی۔ پھر ربوہ میں مکان بھی تعمیر کروائے اور دارالبرکات کی مسجد کی تعمیر میں نمایاں خدمت کی توفیق بھی پائی۔

محترم حکیم محمد طفیل کاہلوں صاحب

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۹/اگست ۲۰۰۲ء میں مکرم چودھری ظفراللہ انجم سہیل صاحب اپنے والد محترم حکیم چودھری محمد طفیل کاہلوں صاحب کا ذکر خیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ ۷/ستمبر ۱۹۲۰ء کو چک چھور سانگلہ ہل میں حضرت ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحبؓ کے ہاں پیدا ہوئے۔ کچھ عرصہ اوکاڑہ اور پھر سانگلہ ہل میں گزارا۔ ۱۹۵۴ء میں اپنی فیملی کے ہمراہ ربوہ آگئے اور فیملی کو یہاں چھوڑ کر سندھ چلے گئے جہاں جوہی ضلع دادو میں حکمت کا آغاز کیا اور بہت کامیاب پریکٹس کی۔ اسی اثناء میں ایک بلوچ وڈیرے کے کہنے پر اُس کے بھائی کے علاج کے لئے لسبیلہ (بلوچستان) گئے تو وہاں احمدیت کی تبلیغ کے جرم میں آپ کی بہت مخالفت ہوئی حتیٰ کہ جان بچاکر بڑی مشکل سے واپس پہنچے۔ لیکن دعوت الی اللہ کا ایسا جوش تھا کہ کچھ عرصہ بعد دوبارہ اپنے دو بیٹوں کے ہمراہ وہاں پہنچے اور لوگوں کے علاج کے ساتھ ساتھ تبلیغ بھی شروع کردی۔ اس بار گیارہ مخالف افراد نے آپ پر حملہ کیا تو آپ نے ایک مسجد میں پناہ لی۔ معجزانہ طور پر بوتانی قبیلے کے سردار امید علی بوتانی وہاں سے گزرے جنہوں نے معاملہ دریافت کیا تو آپ کو مسجد سے اپنے پاس بلایا۔ مخالفین نے کہا کہ آپ کی غلط دوا کی وجہ سے اُن کا سردار بیمار ہوگیا ہے۔ سردار بوتانی نے اُسی وقت اپنا آدمی اُن کے قبیلہ میں بھیجا۔ جب وہ غلط ثابت ہوئے تو اُس نے آپ کو پناہ دیتے ہوئے اپنی حفاظت میں واپس سندھ پہنچادیا۔

ایک بار آپ نے کشمور کے علاقہ میں حکمت شروع کی۔ وہاں کے ایک بڑے پیر صاحب نے آپ کو بلایا اور کہا کہ تم احمدی ہو اور مَیں تمہیں موقعہ دیتا ہوں کہ یہ علاقہ چھوڑ کر چلے جاؤ۔ آپ نے کہا کہ پیر صاحب! آپ کی بیوی بیمار ہے اور غیرملکی علاج سے بھی ٹھیک نہیں ہوسکی۔ مَیں اس کا علاج کروں گا اور وہ ایک ماہ میں تندرست ہوجائے گی اور یہ احمدیت کا معجزہ ہوگا، یہ بات مَیں قبل از وقت بتارہا ہوں۔ اس پر پیر صاحب نے کچھ دیر سوچ کر علاج کی اجازت دیدی۔ ایک ہی ماہ میں خداتعالیٰ نے فضل فرمایا اور وہ عورت چلنے پھرنے لگ گئی تب پیر صاحب نے اعلان کروادیا کہ آپ جتنا عرصہ چاہیں اُس علاقہ میں رہ سکتے ہیں۔

آپ باقاعدہ تہجد ادا کرتے تھے کہ شاید ہی کبھی ناغہ ہوا ہو۔ ۱۲/جون ۲۰۰۲ء کو وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین عمل میں آئی۔

"المشرق" کی خصوصی اشاعت

جماعت احمدیہ فجی کے رسالہ "المشرق" کی ایک خصوصی اشاعت (اپریل تا ستمبر ۲۰۰۲ء) یکصد صفحات پر مشتمل شائع کی گئی ہے جس میں متفرق اعلانات اور متعدد علمی مضامین کے علاوہ جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ فجی کی تفصیلی رپورٹس اور تصاویر بھی شامل ہیں۔ تربیتی نقطۂ نظر سے اردو زبان میں بھی چند صفحات شامل اشاعت ہیں۔

"النور" کی خصوصی اشاعت

جماعتہائے احمدیہ امریکہ کا اردو رسالہ "النور" ستمبر و اکتوبر ۲۰۰۲ء اور انگریزی ماہنامہ "احمدیہ گزٹ" ستمبر و اکتوبر ۲۰۰۲ء بھی جلسہ سالانہ امریکہ ۲۰۰۲ء کے حوالہ سے ایک خصوصی اشاعت کے طور پر شائع کیا گیا ہے جس میں جلسہ سالانہ کی تفصیلی رپورٹس، اس موقع پر کی جانے والی علمی تقاریر اور مہمانوں کے خطابات نیز متعدد تصاویر شامل ہیں۔ اسی طرح دیگر اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں کو بھی یکجا کرکے پیش کیا گیا ہے۔

Al Fazl International Weekly, London
16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)
ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8540 7227
Vol. 10 Friday, January 31, 2003 Issue No. 5

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاہد۔ مؤرخ احمدیت

الہامی پیشگوئیوں کی ایک امتیازی خصوصیت

ایک صدی قبل ۲۲/اکتوبر ۱۹۰۲ء کا واقعہ ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دوران سیر حضرت مفتی محمد صادق صاحب سے مخاطب ہوکر فرمایا:۔

"پیشگوئی کا جس قدر تکرار ہوگا وہ ایک نیا نشان ہوگا۔ خدا کا عمیق علم اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جن باتوں کا وجود بھی نہیں ہوتا ان کی قبل از وقت خبر دے دیتا ہے اس کا علم غیبوبت سے پتہ لگتا ہے جو کہ طاقتوں اور قدرتوں کے ساتھ بھرا ہوا ہوتا ہے اس علم میں غیب بھی ہوتا ہے اور طاقت بھی"۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۴۳۸)

تاریخ سلسلہ احمدیہ ۱۹۰۲ء کا حیرت انگیز اعادہ ۲۰۰۲ء میں

۱۹۰۲ء کا سال جمال وجلال کے بالخصوص دوزبردست نشان لے کر نمودار ہوا۔

اول: سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی شدید علالت اور آسمانی بشارت کے مطابق شفایابی۔ چنانچہ حضور نے "نزول المسیح" صفحہ ۲۲۱ میں لکھا "میں خود سخت بیمار ہوگیا اور ایسی حالت بگڑی کہ بیماری سے جان برہونا مشکل معلوم ہوتا تھا تب یہ الہام ہوا مَا کَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاَمَّا مَایَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْض۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے وعدہ کے موافق عین نا امیدی کی حالت میں شفا بخشی"۔ الہام ربانی کا ترجمہ یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر مر نہیں سکتا اور جو وجود لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے وہ دنیا میں زیادہ دیر تک قائم رہتا ہے۔

خدائے ذوالعرش نے محض اپنے فضل وکرم سے ۲۰۰۲ء میں بھی حضرت امام الزمان کے نائب اور ہمارے محبوب امام ایدہ اللہ تعالیٰ کو معجزانہ طور پر شفا عطا کرکے اپنی طاقتوں اور قدرتوں کا نیا نشان دکھلایا۔

فالحمد للہ علی احسانہ۔

دوم: ۱۹۰۲ء میں ۱۵/اگست کو حضرت اقدس پر بذریعہ الہام انکشاف ہوا کہ "تُخْرَجُ الصُّدورُ الی القبور" یعنی سرکردہ مخالفین قبروں کی طرف منتقل کئے جائیں گے۔

(الحکم ۳۱/اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۲)

اس الہام کے بعد اسی سال متعدد معاندین احمدیت جن میں شیخ الکل نذیر حسین دہلوی، فتح علی، پیر اللہ بخش تونسوی اور مولوی رسل بابا بھی شامل تھے راہی ملک عدم ہوئے۔

چنانچہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ مدیر الحکم نے ۱۰/دسمبر ۱۹۰۲ء کو ایک خصوصی ضمیمہ شائع کیا جس میں لکھا:۔

حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو یہ الہام ہوا تھا تخرج الصدور الی القبور جن لوگوں نے اس الہام کو پورا کیا مولوی نذیر حسین دہلوی بھی ان میں سے ایک تھا دسمبر ۱۹۰۲ء کو ساڑھے پانچ بجے صبح کے اس نشان کو پورا کرنے والوں میں مولوی رسل بابا امرتسری بھی بعارضہ طاعون فوت ہوئے۔ مولوی رسل بابا سلسلہ احمدیہ کا سخت مخالف تھا ایک کتاب بھی اس نے لکھی تھی اور آجکل اُس نے حضرت حجۃ اللہ کے خادموں کو امرتسر میں تکلیف دہی کا خاص مذاق پیدا کرلیا تھا۔ آخر خدائے غیور نے رسل بابا کو طاعون میں پکڑا اور وہ ۱۶ روز تک سخت تکلیف کے بعد آخر تخرج الصدور الی القبور کا نشان پورا کرنے کو اس جہان سے کشتہ طاعون ہوکر رخصت ہوا۔ اس کی موت مسیح موعودؑ کی صداقت پر ایک روشن دلیل ٹھہری"(صفحہ ۱۸)

۹ علماء ھم کی ہلاکت

اب ذیل میں ۹ ایسے علماء ھم کے نام درج کئے جاتے ہیں جو ۱۵/اگست ۲۰۰۲ء سے دسمبر ۲۰۰۲ء تک ہلاک ہوئے:۔

(۱)۔مولوی بشیر احمد صدر متحدہ مجلس عمل چنیوٹ جو مولوی محمد عبدالوارث چنیوٹی کا دست راست تھا۔ سیڑھیوں سے گر کر جاں بحق ہوا

(روزنامہ جنگ ۲۸/اگست ۲۰۰۲ء)

(۲)۔مشہور دیوبندی عالم حق نواز جھنگوی کا لڑکا ملاّں اظہار الحق جھنگوی کراچی میں قتل کردیا گیا(جنگ ۵/ستمبر ۲۰۰۲ء)

(۳)۔مولوی عبدالرشید صاحب قادری بانی جامعہ غوثیہ رضویہ سمندری۔

(نوائے وقت ۷/ستمبر ۲۰۰۲ء)

(۴)۔مولوی فضل الرحمٰن نعیم صدیقی۔ مودودی صاحب کے دست راست، جماعت اسلامی کے بانی رکن اور سابق مدیر ترجمان القرآن

(جنگ ۲۹/ستمبر ۲۰۰۲ء)

(۵)۔ نام نہاد "تبلیغی جماعت" کے مندرجہ ذیل علماء خانیوال بس کے ایک حادثہ کا شکار ہوئے۔

عبدالمنان (صوابی) ، مولوی عبدالحق باجوڑ (مردان)، مولوی اعتبار شاہ (کوہستان) اور مولوی حاجی برادر خان (کوہستان)

(نوائے وقت یکم نومبر ۲۰۰۲ء)

(۶)۔مولوی محمد اجمل خان مبلغ دیوبندی تبلیغی جماعت (انصاف ۳/نومبر ۲۰۰۲ء)

(۷)۔قاری محمد ابراہیم راہنما متحدہ مجلس عمل (انصاف ۳/نومبر ۲۰۰۲ء)

(۸)۔جمیعت علمائے پاکستان نفاذ شریعت کے سیکرٹری جنرل اور "تحفظ ناموس رسالت محاذ" کے رہنما صاحبزادہ فیض القادری صاحب۔ روزنامہ 'دن' نے ۱۸/دسمبر ۲۰۰۲ء کی اشاعت میں "آہ صاحبزادہ فیض القادری" کے زیرعنوان ایک خصوصی ادارتی نوٹ شائع کرتے ہوئے لکھا:۔

"وہ صوبائی دارالحکومت کے ایک نامور دینی مدرسہ کے مہتمم بھی تھے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں انہوں نے بھرپور حصہ لیا"۔

(۹)۔مولوی فضل الرحمان جو معاند احمدیت مولوی شاہ احمد نورانی کے خسر اور ابوالبرکات قادری، مولوی محمد عمر نعیمی، مفتی محمد حسین نعیمی وغیرہ بریلوی علماء کے استاد تھے ۲۰۰۲ء کے آخر پر اپنے "لاکھوں" مریدوں اور عقیدتمندوں کو سوگوار چھوڑ کر چل بسے۔

(روزنامہ دن یکم جنوری ۲۰۰۳ء صفحہ ۱، ۲)

الغرض جمالی اور جلالی نشانوں کے اعتبار سے ۱۹۰۲ء کی تاریخ احمدیت ۲۰۰۲ء میں حیرت انگیز طور پر دہرائی گئی جس کے پیچھے خدائے قادر وتوانا کا زبردست ہاتھ صاف طور پر نظر آتا ہے۔ ◎

بقیہ:مرزا مظفر احمد صاحب از صفحہ نمبر ۱۳

لجنہ کے صدروں کو مشورہ میں شامل کرنے کا ارشاد فرمایا۔ تا کہ اس مجلّہ کو ان دونوں تنظیموں کی پوری اعانت اور سرپرستی حاصل ہو جن کے ذمہ بچوں کی تعلیم و تربیت کا اہم کام سپرد ہے۔ لجنہ اور خدام کے صدروں کی صوابدید کے بعد آپ نے رسالے کے بارے میں پیش کی گئی تجاویز کا جائزہ لیا او راس رسالے کی سرپرستی اور عمدہ انتظام کے لئے ایک کمیٹی مقرر فرمائی جس میں دو مبلغین کے ساتھ ساتھ خدام اور لجنہ کے صدروں کے علاوہ دونوں تنظیموں میں سے ایک ایک قابل رکن مقرر فرمائے اور مجھے اس کمیٹی کے سیکرٹری کی ذمہ داری عطا فرمائی۔

جب اس رسالہ کا نام رکھنے کا معاملہ زیر بحث آیا تو بہت سارے نام پیش ہوگئے۔ یہ سب نام آپ کی خدمت میں پیش کئے گئے اور اس رسالہ کو آپ کا چنا ایک نام الہلال دیا گیا اور اسی نام سے یہ رسالہ آپ کی زندگی میں ہی شائع ہونا شروع ہوگیا۔

صاحبزادہ ایم ایم احمد مرحوم کے بہت سارے منفرد اعزازات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ امریکہ میں پہلے امیر تھے جو مبلغ نہ تھے۔ میں نے جب بھی کوئی معاملہ ان کے سامنے پیش کیا، وہ ہمیشہ پہلے اس کے بارے میں دفتری رپورٹ منگواتے اور سب حقائق کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرتے نہ کہ اپنے خیال اور اپنی خواہش کو مدّنظر رکھتے ہوئے بلکہ جماعت کی فلاح و بہبود اور اس کے مستقبل میں کامیابی کو مطمح نظر بناتے ہوئے فیصلہ صادر فرماتے۔

میں جب بھی ان سے ملتا وہ پوری توجہ سے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ آگے مصافحے کے لئے بڑھاتے۔ پوچھنے کے لئے سوال ان کے پاس پہلے سے ہی تیار ہوتے اور جو مشورے اور ہدایات انہوں نے مجھے دینا ہوتیں وہ بھی دیتے اور مجھے ایسا احساس ہوتا کہ گویا وہ عرصے سے مجھے ملنے کا انتظار کررہے تھے۔ بطور امیر جتنے لوگوں سے ان کی ملاقات تھی اور جتنے مسائل اور کام اس سلسلے میں ان کے سامنے تھے، ان کی روشنی میں ایک فرد کے دل میں اس کی طرف اپنی توجہ کا یہ احساس پیدا کردینا بہت اعلیٰ اخلاق اور خداداد قابلیت کا آئینہ دار ہے۔

آپ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بہبود اور ترقی کی ہر تجویز کو پورے غور وفکر سے جانچتے، چاہے وہ تجویز کسی کی طرف سے کیوں نہ ہو۔ اپنے ایک سفر کے دوران میں میں نے ایک احمدیہ مرکز کے باہر برائے فروخت کا بورڈ دیکھ کر اس مرکز کی ضرورت وافادیت کے بارے میں مختلف وجوہ آپ کی خدمت میں تحریر کئے۔ جب مجھے اگلی دفعہ وہاں جانے کا موقع ملا تو میں نے دیکھا کہ بورڈ ہٹایا جاچکا تھا۔

آپ کی عمر ۷۶ برس تھی جب آپ کو جماعت احمدیہ امریکہ کے امیر کی بھاری ذمہ داری سپرد کی گئی جسے آپ نے تقریباً ۱۲ سال تک بہت خوش اسلوبی اور بہت سی کامیابیوں کے ساتھ نبھایا۔ انہوں نے جماعت کے نظام کو مضبوط کیا اور ان کے عہد میں جماعت اور اس کی ذیلی تنظیموں نے کئی ریکارڈ قائم کئے۔ اتنی بڑی عمر میں خدمت کا ایسا شاندار موقع ملنا جہاں خداوند کریم کی رحمت و فضل کا ایک زندہ نشان ہے وہاں وہ ہماری جماعت کے عمر رسیدہ اور ریٹائرڈ دوستوں کے لئے ایک نمونہ بھی ہے کہ اگر وہ کمر ہمت کس لیں تو جماعت کی خدمت میں بفضل خدا بڑے بڑے کارنامے اپنے مقام اور مرتبے کے مطابق سرانجام دے سکتے ہیں۔

گو ان سے میرے تعلقات ایک لمبے عرصے پر حاوی نہ تھے لیکن میں یہ لکھنے سے رہ نہیں سکتا کہ میں نے انہیں ہمیشہ غیر جانبدار اور بے نفس پایا اور اپنے دل میں ہمیشہ ان جانبدار لوگوں کے لئے حیرت کے جذبات پائے جنہوں نے ان کے احمدی ہونے کی وجہ سے ان پر ناحق الزامات لگانے کی جرأت کی ہے۔ مجھے امید ہے کہ جیسے اس جہان میں صاحبزادہ صاحب نے اپنے دل، ذہن اور کردار کو ہر کدورت سے پاک رکھا، خداوند کریم ایسے ہی انہیں اگلے جگ میں بھی حوض کوثر کے پاک وصاف چشمے کے جام پلائے گا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ آمین۔ ◎

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔